فہرست مضامین کتاب التثلیث

مضمون

پہلا باب

دربیان توحید و معنی تثلیث

دوسرا باب

الوہیت کے اقنوم اول یعنی باپ کے بیان مین

تیسرا باب

تثلیث کے اقنوم ثانی یعنی بیٹے کے بیان مین

صفحہ — مضمون

چوتھا باب

روح القدس کے بیان مین

پانچوان باب

تثلیث شریف یعنی الوہیت کی اقنوم ثلثہ کے بیان مین

چھٹا باب

مسئلہ تثلیث کے عقلی دلائل

ساتوان باب

اس لیئے مین نے اپنی پہلی نیت کو بدلکر ایسی کتاب بنانے کی کوشش کی
جس سے نہ فقط ہندوستانی عیسائیون کو بلکہ ہندو و محمدی احباب کو بہی
صحیح وصاف علم اس امر کا ہو جاے کہ عیسوی مسئلہ تثلیث شریف سے کیا مراد
ہے + ہم جانتے ہین کہ ہندوستانی زبان مین اور کتابین بہی اس مضمون
کی تصنیف ہو چکی ہین لیکن جس قدر مین نے اون کتابون کو دیکہا اوس سے
مین یہ سمجہتا ہون کہ جس طرح یہ کتاب ترتیب دیگئی ہے خصوصاً درباب تعریف
و توضیح اور دلایل عقلی مسئلہ مذکورہ کے ایسی کوئی نہین ہے - جیسا کہ آخر
باب مین ہمنے ذکر کیا ہے کہ اور تصنیفات جو اسوقت تک اس مسئلہ پر
ہوئی ہین اون مین نقلی ثبوت بہت ہین - عقلی دلایل کم ہین - لیکن
ہمنے کلیسیاء عیسوی کے مطابق مسئلہ مذکور کے معنی بتانے اور اس
امر کے اظہار کی کوشش مین زیادہ توجہ کی ہے کہ باوصفیکہ مسئلہ
تثلیث عقل وفہم انسانی سے برتر ہے لیکن مخالفِ عقل نہین بلکہ بہتیرے
دلائل عقلی سے مسلم الثبوت ہے + ہر چند کہ ہمنے نقلی دلایل و ثبوتون کو
چہوڑ نہین دیا ہے کیونکہ ہم تسلیم کرتے ہین کہ یہ مسئلہ خاص کتبِ مقدسہ کا
مسئلہ ہے حتیٰ کہ اگر خدا کے کلام یعنے بائبل شریف مین اوسکا ذکر نہوتا تو یہہ
باتین جو اب جانتے ہیں ہیکو نکر معلوم ہوتین - تسپر بہی بہت سے دلایل

جولایق مصنفین خصوصاً ڈاکٹر فانڈر صاحب بخوبی مشتہر کر چکے ہین اون کو
بالکل چھوڑ دیا ہے - ہمارا یہ دعوی نہین ہے کہ کل دلایل اور تشریحات
ہمنے اپنی طرف سے لکھے ہین بلکہ بہتیرے دلائل تو بہت سی انگریزی کتابون
کی مدت کے مطالعہ سے علی الخصوص ڈاکٹر پیرسن اور جوزف اور ولیم
کوک اور فیلڈ اور وان آوسٹرزی صاحبان کی تصنیفات کے دیکھنے سے
حاصل ہوئے ہین - ہمنے نہ فقط مصنفین مذکور الصدر کے خیالات کو
اپنے مین ملایا ہے - بلکہ بعض تشریحات اور دلائل اون کے بجنسہ نقل
کر دیئے ہین - اس مین شک نہین کہ اس باب مین انگریزی کتابین
اس قدر کثرت سے مشتہر ہو چکی ہین کہ اس امر کا یقین جاننا مشکل ہو گیا
ہے کہ جو خیالات ہمنے اس باب مین ظاہر کئے ہین اون مین کوئی بھی
ہماری طبیعت کا ایجاد ہے یا نہین - مگر مین یقین جانتا ہون کہ یہ کتاب
اوس وجہ سے جو مین نے بیان کی ہے کچھہ کم فائدہ نہین دیگی کیونکہ
جنکی کتابون سے مین نے نقل کیا ہے وہ بڑے عالم گذرے ہین -
شاید ہمارے بعض احباب یہ خیال کرین کہ ایسی کتاب کی کچھہ
ضرورت نہین ہے اور یہ مضمون اسقدر دشوار اور فہم انسانی سے
اسقدر اعلی ہے کہ اسکے سمجھنے کی کوشش محض بے سود ہے - بیشک

مین بعض عیسائیون سے یہ سُنکر متعجب ہوا کہ خادم دین تثلیث کی منادی کرنا چھوڑ دیتے تو بہتر ہوتا کیونکہ اوسکا سمجھنا غیر ممکن ہے + ہم ایسی باتون کو اگر بزدلی کے نہین تو بڑے ضعفِ ایمان کی نتایج جانتے ہین - اگرچہ ہم تسلیم کرتے ہین کہ اور سب مسئلون سے تثلیث شریف کا سمجھنا البتہ مشکل ہے مگر اوس کے ساتھہ ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ جیسا سب سے زیادہ مشکل ہے ویسا ہی اوسکا ماننا سب سے زیادہ ضرور بھی ہے - اسی سبب سے تمام واعظانِ انجیل پر اوس کی منادی کرنا اور تعلیم دینا فرض ہے - اور ہم صاف کہتے ہین کہ کوئی خادم جو بزدلی کرتا ہے یا کسی وجہ سے تثلیثِ شریف کی تعلیم مین یعنے مسیح کے اور روح القدس کے اوصاف الہیہ کی تعلیم مین تساہل کرتا ہے اوسے پورا واعظ نہین کہنا چاہیے -

ہم نہایت صداقت اور مناسبت سے یہ کہہ سکتے ہین کہ اس مسئلہ پر عملدرآمد دو حال سے خالی نہو گا یا تمام عیسوی مذہب کی بنیاد اسپر کھڑی رہے گی یا گر پڑیگی یا اسپر ایمان رکھنے سے نجات ملے گی یا دوزخ نصیب ہوگا یا ہمارا نفس مطمئنہ تسکین پاوے گا یا قہرِ الٓہی ہمپر ہمیشہ رہے گا یا ازلی برکت ملے گی یا بعید دغایت تکلیف

یا بہشت کی جاودانی خوشیان حاصل ہونگی یا خدا کی ہمیشہ کی حضوری
سے اور اوسکی قدرت کے جلال سے محروم رہنے کی پریشانی حاصل
ہوگی۔ بیشک اسی نظر سے ہر کوئی اس مسئلہ کی عظمت و فائدہ کو بمشکل
پہچانیگا۔ اسی واسطے ہم ایسی کوشش چھوڑ نہین رکھینگے
جس سے سب اچھی طرح قائل ہو جائین کہ اس مسئلہ کی صداقت سے
ونجات سے کسقدر تعلق ہے + بالفعل ہم یہ بتائینگے کہ اگر یہ مسئلہ صحیح
نکلے تو بڑے خوفناک نتایج کا موجب ہو۔

اول۔ اگر تثلیث کا مسئلہ صحیح نہین تو نجات کا بندوبست کچھہ نہ رہا
اور عیسائیون کی بائبل کا مرتبہ اس سے زیادہ نہوگا کہ وہ ایک
عمدہ کتاب تصور کی جائیگی کیونکہ اگر خدا کی طرف سے نہ ٹھہرے اور
خطا و غلطی سے مبرا نہ سمجھی جائے بلکہ مین کہتا ہون کہ اگر مسیح کو بیہودہ
قرار دیا جاے تو نہایت باطل اور قصص و حکایات کی بے اثر کتاب
ٹھہریگی + کتب مقدسہ مین صاف لکھا ہے کہ خدا نے مسیح مین
ہوکے دنیا کو اپنے ساتھہ یون ملا لیا کہ اوس نے اون کی تقصیرونکو
اونپر حساب نہ کیا (۲ قرنتی ۵ و ۱۹) یہی لکھا ہے کہ اوس نے اپنا
اکلوتا بیٹا بخشا تا کہ جو کوئی اوسپر ایمان لائے ہلاک نہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی

پاوے (یوحنا ۳ و ۶) لیکن اگر مسیح خدا نہین تو کیونکر منجی ہو سکتا ہے۔
اگر وہ نرا مخلوق ہوتا تو اوس کے خون مین امن و نجات دینے کی کیا تاثیر
و استعداد ہوتی + گنہگار انسان کی شفاعت کے واسطے کسی مخلوق
کے خون کی قربانی کافی نہین۔ اس سے اعلی و ادلی قربانی کی ضرورت ہے
خدا کا یہ سچا مسئلہ تمام اخلاق و مذہب کی بنیاد ہے۔ اور جیسا کہ آدمی
کا خیال خدا کی نسبت نہ فقط اوسی قدر ہے جسقدر کہ وہ سوچتا اور
سمجھتا اور کرتا ہے بلکہ یہ کہ اوس کی ذات کیسی ہے اور وہ کس طرح
موجود ہے ایسے ہی آدمی کے ایمان اور اوصاف اخلاق اور مذہبی
تجربے کا حال ہے + آدمی کی عدم وقفیت ممکن ہے کہ حصول نجات
کی مانع نہو لیکن یہ امر بخوبی قابل پذیرائی ہے کہ جو کچھ خدا نے اپنی نسبت
ظاہر کیا ہے وہ نہ فقط مفید ہے بلکہ انسان کے نہایت عمدہ مصلحت
کے حصول کے واسطے اشد ضرور ہے + خدا اور یسوع مسیح کو جسے
خدا نے بھیجا ہے جاننا ابدی زندگی ہے + حیات ابدی کا کمال یا آدمی
کی سب سے بڑی اور سب سے عمدہ مصلحت کی اصل اوس علم کے
کمال و صحت پر موقوف ہے جو آدمی کو خدا کی نسبت رکھنا چاہیے۔
اگر خدا نے اپنے آپ کو باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے

ظاہر کیا ہے تو یہ تعلیم تثلیث بیفائدہ نہین بلکہ نہایت مفید وضرور ہے اور ہمارا قیاس مطابق الہام ہے + اگر کوئی خدا کے بیٹے کی الوہیت اور روح القدس کی اقنومیت والوہیت کا منکر ہو اور فقط باپ ہی کو خدا جانے تو وہ از روے اعتقاد اوس شخص سے مختلف ہوگا جو سمجھتا ہے کہ تین ایک ہین اور دانائی اور قدرت وجلال مین اور ابدی وازلی ہونے مین برابر ہین + شاید وہ شخص بوجہ نادانی بت پرستی کے گناہ کا ملزم نہو۔ لیکن اوس کی عبادت کے ناقص اور غیر مناسب اور بیکار اور مضر ہونے مین کسیکو کلام نہو گا۔ جیسا آدمی کا خیال خدا کی نسبت ہوتا ہے ویسے ہی اوس کی بندگی بھی ہوتی ہے۔ یا خالص اور پاک اور مفید یا غیر خالص اور ناقص اور بیکار یا ناپاک اور کفر آمیز اور مضر۔ سچی بندگی مین خدا کی محبت اور اوس کی تعریف کا شوق بھی داخل ہے۔ اوسکی عنایتون پر شکر گذار ہونا اور اوسکی بخششون پر محبت کا بڑھانا اور جو کچھ اوسکی مرضی کے خلاف ہو جائے اوس سے ڈرنا اور گناہ کی معافی کا امیدوار ہونا اور عنایت الٰہی پر بھروسا کرنا دلکی سب کیفیتین اور اور جو کچھ سوا اس کے داخل بندگی ہین وہ سب خدا سزاوار بندگی کی ذات وصفات کے ٹھیک پہچاننے سے

اول سے آخر تک عہد جدید کے جو معنی وہ لگاتے ہین وہ قایلین تثلیث کے معنون سے بالکل مختلف ہین - اور یہ ایک ضروری نتیجہ اوس غلط خیالی کا ہے جو اونہین خدا و مسیح و روح القدس کے ساتھ ہے - موحدین اور قایلین تثلیث کے درمیان سوا اسکے اور کچہہ مناسبت نہین کہ دونون ایک خدا کو مانتے ہین سو یہ سب مذہب والون مین ہے - تثلیث کے مسلہ کو بیکار کہنا اور اس سبب سے کہ سمجھہ مین نہین آتا ہے عیسوی عقائد کو جسمین کہ وہ داخل ہے نامعقول جاننا اس کہنے کے برابر ہے کہ مذہب عیسوی بیکار ہے اور کتب مقدسہ کے بہتیرے ضروری مسائل کی تعلیم بیجا ہے -

تیسرے - تثلیث کا مسلہ مذہب عیسوی کی بنیاد ہے - فرض کرو کہ جو باتین عقلی مذہب مین ہین اون سے زیادہ کوئی اسمین نہین مگر جن اعتبارات سے کہ مذہب عیسوی کو کوئی دعوی اس قسم کا ہے کہ وہ قابل لحاظ ہے اور جن خوبیون کی کتاب خود مقر ہے کہ بت پرستی سے اور اور مذاہب سے اعلی و ادنی ہین اور جن کامل ثبوتون سے یہہ تصدیق پہونچی ہے کہ وہ خدا کی مرضی کا مکاشفہ ہے اون کے اعتبار سے اس امر کے ماننے کی جو وجہ ہم سکتے ہین کہ ہمیں شریف ایمان وعمل کا

صحیح دستور العمل ہے اوس وجہ کے اعتبار سے ہر شخص پر جو خدا کے جاننے اور اوس کی مرضی بجا لانے کی خواہش رکھتا ہے کمال تحقیق و دیانتداری سے اور بغیر تعصب اور خوف اور رعایت کے یہ دریافت کرنا لازم ہے کہ بیبل شریف میں تثلیث کی تعلیم ہے یا نہیں۔ خاصکر یہ سوال کہ "ہم مسیح کی بابت کیا سوچتے ہو" بڑا بھاری ہے۔ اسکا جواب یہی مسئلہ ہے جسے میں بالفعل سمجھاتا اور ثابت کرتا ہوں اور جو عیسوی مذہب کی روح اور اصل اور جان اور ابتدا و انتہا اور اول و آخر اور کل و جز ہے۔ بیشک کسی زبان میں ایسے الفاظ نہیں ملتے جنسے اون خوفناک نتایج کا اظہار کر سکیں جو اوس وقت ظہور میں آتے جبکہ کوئی منجی نہوتا یعنے مسیح و روح القدس کی الوہیت برحق نہوتی۔ گنہگار کیسے بیکس ولاچار ہوتے جو اون کا کوئی منجی نہوتا۔ مقدس پطرس نے اعمال ۴ باب ۱۲ میں صاف فرمایا ہے کہ "اور کسی دوسرے سے نجات نہیں کیونکہ آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس سے ہم نجات پا سکیں" پس اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یسوع اور روح القدس خدا نہیں ہیں اور اون میں یہ قدرت نہیں کہ گناہ معاف کر سکیں یا انسان کی گنہگار روح کو نیا اور صاف

اور بلا تعصب اسکا مطالعہ کرینگے وہ قایل ہو جاینگے کہ عیسوی مسئلہ تثلیث صحیح اور قابلِ قبول ہے۔ خدا سے میری دلی تمنا ہے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے اوس سے لوگون کو اس امر کے جاننے مین بڑی مدد پہنچے کہ مسیح اقنوم آلہی ہے اور یہ کہ بیش قیمت روحون کی نجات اوسی مین ہے۔ سب ناظرین سے امید ہے کہ اس مضمون پر خیال کرین یعنی "اون باتون کو استعمال کر اونہین مین مشغول ہو رہ تا کہ تیری ترقی سبھون پر ظاہر ہووے۔ اپنی اور اپنی تعلیم کی چوکسی کر اونپر قایم رہ کیونکہ یہ کرکے تو آپ کو اور اون کو جو تیری سنتے ہین بچایگا" (۱ تمطاؤس ۴ باب ۱۵ و ۱۶) اور آخرش مسیح کو اس طرح ماننے اور قبول کرنے کا یہ نتیجہ ہو کہ ازلی خدا یعنے باپ اور بیٹے اور روح القدس کی تعریف کے گیت گانیوالی جماعت مین ہمیشہ شامل رہین +

ڈی ڈبلیو ٹامس

کتاب التثلیث

باب اوّل

دربیان توحید ومعنی تثلیث

(۱) ایک خدا ضرور ہے - علماء عموماً اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ دنیا کی سب قومین اور تمام اقوام کے عنقریب کل آدمی ہمیشہ سے وجود الٰہی کے اسطرح پر قایل ہین کہ وہ ایک ذات واجب الوجود ہے کسی دوسرے کا محتاج نہین - تمام چیزون کا سبب اول وہی ہے - تمام مخلوق کے وجود کا انحصار اوسی پر ہے - کل چیزین اوسی کے قبضۂ قدرت مین ہین - زبور ۱۴ - آیت اپین آیا ہے کہ بجز احمق کے اور کون ایسا خیال دل مین لادیگا کہ "کوئی خدا نہین ہے" بعض جیّد علماء کی راے ہے کہ روحِ انسانی کی جبلت مین یہ خیال یا عقیدہ ہے

کہ کوئی خدا ہے یعنے ہر آدمی کی روح مین ایسا خیال وعلم پیدایشی ہے۔
مگر اکثر فہیم عالمون کی راے یہی ہے کہ یہ علم جبلی نہین۔ روح کی حواس
فطری کے جمع ہونے سے ایسا خیال پیدا ہوگیا ہے یعنے ایسے خیال کا
ثبوت دوسرے حقایق کے تعلق سے ہے یا یون سمجھیے کہ اثباتِ وجود
خالق اوس کی مخلوق سے اور نیز اس امر سے ہے کہ وہ مخلوق بہ اعتبار
مرتبہ کے کمتر اور کسی ایسی ذات کی محتاج ہے جو غنی اور بے نیاز اور اعلیٰ ہے
پولوس رسول نے بھی اس راے کو صحیح تصور کیا ہے چنانچہ اونکے ایک
خط بنام رومیون باب ۱۔ آیت ۲۰ مین لکھا ہے کہ "اوسکی صفتین جو دیکھنے
مین نہین آتین یعنی اوسکی ازلی قدرت اور خدائی دنیا کی پیدایش
کے وقت سے خلقت کی چیزون پر غور کرنے مین ایسی صاف معلوم
ہوتین کہ اون کو کچھ عذر نہین (اعمال ۱۴ باب ۱۵-۱۷ باب ۲۳-۲۹)
ارباب دانش کے لئیے تمام مخلوق صاف وصحیح شہادت اس امر
کی ہے۔ کہ "کوئی خدا ہے" خدا کا اسم اعظم اوسکی کُل مخلوق کی ساخت
مین موجود ہے۔ ہر گل سے اوس کی خوبی کی بُو آتی ہے اور ہر ستارہ
سے اوسکا نور چمکتا ہے۔ دن کو آفتاب کی تیز دھوپ اور رات کو ماہتاب
کی ٹھنڈی چاندنی زبان حال سے بتلاتی ہے کہ "ایک خدا ہے" بیجان

مخلوق کنارہ سمندر کے گول چھوٹے سے پتہر سے لیکے چرخ چہمرین کے
حلقۂ منور (آفتاب) تک اوسی کی یاد کرتے ہین - جاندار مخلوق مین
بے حقیقت بُھنگے سے عظیم الشان فرشتہ تک تخت کے سامنے مودب
ہوکر کروردن کرور زبانون سے کہتے ہین کہ ایک خدا ہے - ہم
تسلیم کرتے کہ خدا کی پوری تعریف حیطۂ امکان سے باہر ہے - اگر ہر ہر
موے تن یکزبان ہوجائے ایک شمّہ بہی اوس کی تعریف کا ادا نہو سکے -
ہماری محدود عقل کی کیا مجال ہے کہ ایسی ذات بےنہایت کا اندازہ
کرلے - بڑے بڑے عقیلون کے اس میدان مین پر جلتے ہین - لیکن
باوصف اس کے کہ محدود عقل خدا کی شان کو کامل طور سے پہچان
نہین سکتی اور زبان انسانی اس قابل نہین کہ روح مین جس قدر امکان
اسکی بابت وقفیت حاصل کرنیکا ہے اوتنا بہی ادا کرسکے - مگر یہ تو عقل
بتلاتی ہے کہ ضرور کوئی ایسی ذات ہے جسے ازروے محاورۂ انسانی
خدا یا سببِ اول کہتے ہین کیونکہ بقول ایک عالم کے اگر کوئی چیز ہے
جسکی ابتدا ہے تو ضرور ہے کہ کوئی ایسی چیز بہی ہو جسکی ابتدا نہو کیونکہ
بغیر ابتدا کوئی چیز نہین اور جو کچہ کہ موجود ہے دو حال سے خالی نہین یا
ممکن ہے یا واجب اور وجوب وجود کا ضروری ہے کیونکہ یہ تو محال ہے

کہ سب چیزین مخلوق ہون اسواسطے کہ جو چیز پیدا کی گئی ہے وہ ضرور
کسی دوسرے سے پیدا کی گئی ہے کیونکہ کوئی چیز آپ کو خود تو پیدا
کرہی نہین سکتی - اگر ایسا ہو تو لازم آویگا کہ وہی چیز اوسی آن واحد
مین اور اوسی اعتبار سے موجود معدوم دونو ہو اور یہ صریح محال
ہے - پس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو چیزین پیدا کی گئی ہین اگر وہ کسی دوسرے
سے پیدا کی گئی ہین تو وہ دوسرا جسنے اونہین پیدا کیا ہے احدالامرین
سے ضرور ہوگا یا تو اوس نے آپ کو خود پیدا کیا یا مطلق پیدا نہین
ہوا - شق اول مین ہم ابھی ثابت کر چکے ہین کہ تناقص لازم آتا ہے
پس بالضرور کوئی ذات واجب ہے جو کسی طرح پیدا نہین ہوئی -
اوسیکو ہم خدا کہتے ہین - رہا یہ امر کہ سب اوس کے قایل ہین کہ
ہر معلول کے لئے علت کا ہونا ضروری ہے - معلوم ہوتا ہے کہ عقل
کے لئے یہ قانون ضروری اور اصلی ہے - ذہن کی عالی خیالیان
خلقت کی تغیرات اور طرح طرح کے واقعات جو انسان مین ہوتے
رہتے ہین سب ہمیشہ سے مناسب اسباب کے معمولی نتایج ہین
یہ امر ایسا ضروری ہے کہ زیادہ بحث کی کچھ ضرورت نہین اور منکر
کے سامنے اسکی بحث محض تضییع اوقات ہے - پس بہ اتفاق تمام

عقلا کے جب ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ علّت و معلول کے درمیان
علاقہ ضروری ہے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علّت خوبی مین معلول سے بالفرور
اعلی ہو یا کم از کم اوس کے برابر ہو یعنے معلول مین کوئی صفت یا
خاصیت ایسی نہین رہ سکتی جو علّت کے صفات یا خواص سے بڑھکر
ہو۔ اگر ایسا ہو تو لازم آیگا کہ کوئی چیز معلول مین بغیر علت کے ہووے
حالانکہ یہ غیر ممکن ہے۔ بعض لوگون کا یہ خیال کہ آدمی اور اور مخلوق
بغیر مدد کسی ذاتِ خالق کی جو بہ حیثیت صفات مخلوق سے برتر ہو کسی
ایسی چیز سے بن گئی ہین جو بہ حیثیت ذات و صفات اوس سے کمتر
اور چھوٹی ہین نہایت حماقت کا خیال ہے + وحدت فی الارادت
اور وحدتِ نظم ترکیب اعضاے انسانی و حیوانی صاف ظاہر
کرتی ہے کہ حیوان و انسان کی اصل فقط ایک ہی علّت سے ہے
مختلف اسباب کا نتیجہ نہین۔

اس امر کے اظہار کے بعد کہ علت سے برتر یا زیادہ کوئی چیز
معلول مین نہین ہو سکتی علت و معلول کے قانون سے یہ ثابت کرینگے
کہ سبب یا علّت اوّل جسے ہم خدا کہتے ہین دانا و بینا ہے کیونکہ
جب ہم آپ کو ذری دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم مین ایسی قوّت

بھی ہے جو سوچتی سمجھتی ہے یعنے ہم ذیعقل ہین - اس سے ظاہر ہے
کہ جس نے ہمین بنایا ہے وہ ہم سے بدرجہا ذیعقل اور دانا و بینا ہوگا
علاوہ برین خدا کے وجود کی ایک اور مستحکم اور بدیہی دلیل جو خلقت
کے احوال سے پائی جاتی ہے کہ جب ہر معلول کسی خاص مقصود پر دلالت
کرتا ہے تو ضرور ہے کہ کوئی قصد کرنے والا بھی ہو - یہ تو ظاہر ہے کہ خلقت
کے تمام احوال و افعال مین اس قسم کی شہادتین ہین جنسے مقصود
و حکمت کے آثار معلوم ہوتے ہین - جب ہم ستارون کے آسمان پر
اور بیغایت وسعت مین غیر معدود جہانون پر نظر ڈالتے یا مو الید
ثلاثہ کی دقیق آزمایش کی طرف توجہ کرتے ہین یا تشریح بدن
انسان کو دیکھتے ہین یا ذہن انسانی کی وسیع و مختلف استعدادون
پر خوض و تامل کرتے ہین تو عجیب حکمتین ظاہر ہوتی ہین - خاص
کامون کے واسطے خاص ہی اعضا یا اجزا کی عجیب مناسبت اور
اغراض جداگانہ کے حصول کے لئے مختلف وسائل کا وجود یہ سب
حکمتین جہان کہین نظر ڈالئے ایسی پائی جاتی ہین کہ اتفاق کے
امکان کا خیال بالکل دل سے دور ہو جاتا ہے اور بمجبوری تسلیم
کرنا پڑتا ہے کہ ایک حکیم ہے اور وہی خدا ہے - اسمین شک نہین کہ

جتنی چیزین حواسون سے معلوم ہوتی ہین وہ سب بلکہ اس شہادت
کی کہ ایک ازلی وابدی اور قادر مطلق اور دانا خالق ہے گویا کہ بہت
بڑی کتاب ہے - ازلی وابدی دانائی جسکا نام ہم نے خدا رکہا ہے
عالم کے احوال مین ایسے ہی ہے جیسے جسم مین ذہن " آسمان خدا کا
جلال بیان کرتے ہین اور فضا اوسکی دستکاری دکہلاتی ہے - ایک
دن دوسرے دن سے باتین کرتا ہے اور ایک رات دوسری رات
کو معرفت بخشتی ہے - اون کی کوئی لغت اور زبان نہین اونکی آواز
سُنی نہین جاتی " (زبور ۱۹ باب ۱-۳ آیات) جس نے سبب اول
کی توانائی ودانائی اور شوکت واجلال کو اس جہان سے بہی کہ بمنزلہ
بڑی کتاب کے ہے نہ پہچانا وہ فی الحقیقت بقول حضرت داوُد کے
اشد احمق ہے (زبور ۱ باب ۲ و ۳)

لیکن خدا کے وجود کا اعتقاد جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اگر سب مین
نہین تو قریب قریب سب مین پایا جاتا ہے - کوئی زمانہ گو کیسا ہی
بعید ہو کوئی ملک گو کیسا ہی دور دراز ہو کوئی قوم گو کیسی ہی وحشی
ہو ایسی نہین کہ کافی شہادت اس امر کی نہ دیتی ہو کہ ایک خدا ہے -
اور اس اعتقاد کا عام ہونا قدیم تاریخ سے اور نیز تمام روے زمین کے

سیأ حون سے بخوبی متحقق ہے - خداے برحق کی حقیقت کا صحیح
خیال بہت سی قوموں مین نہین ہے اور اونکی مذہبی رسوم ودستور
بہت مختلف ہین اور بے تربیت لوگون مین بھی حالانکہ وہ حق مذہب
اور خالص دین سے کچھ مناسبت نہین رکھتے ہین مگر مذہبی رسوم
اون مین بھی اب تک رایج ہین اور وہ خدا کو مانتے - اگر ایسی کوئی
قوم ہو جو پرہیزگاری کا اقرار نہین کرتی اور جنکے یہان کوئی مذہبی
رسم جاری نہین تو اس سے یہ نتیجہ نہین نکلے گا کہ وہ خدا کو
نہین مانتی ہے یا اس قسم کا کوئی خیال اون مین نہین ہے کیونکہ
احتمال ہے کہ یونانی حکما کی طرح فقط شانِ رزاقی کے منکر ہون اور
سبب اول یعنے خدا کے قایل ہون -

اب خیال کیجیے کہ تمام زمانون کے بانی آدم مین ایسے عقیدہ
کا پایا جانا کیا وجود الٰہی کی پختہ دلیل نہین ہے - اگرچہ قطعی ثبوت
نہ کہا جاے - اگر یہ خاص حقیقت روح انسانی مین اون اصول
کے موافق جو تمام آدمیون پر روشن ہین نہین ڈالدی گئی تو کیا
وجہ ہے اور کیونکر خیال مین آسکتا ہے کہ تمام آدمی اپنی اور اپنی نسل
کی فریب دہی وضلالت کے واسطے مجتمع ہو گئے ہون - یہ نہیں ممکن ہے

سوا احمق کے اور کون سوچتا ہے کہ خدا نہین ہے ۔ یہ امر کہ خدا ایک ذات ہے جسکی صفت کمالیہ کی کچھہ حد و غایت نہین جو تمام چیزون کا سبب اول اور خالق اور محافظ اور حاکم ہے ذہن انسانی پر ایسا روشن ہے اور قریبًا ایسا بدیہی ہے کہ خلقت کے احوال سے جو طریقہ ثبوت اس امر کے واسطے جاری کیا جاتا ہے وہ ایسا واضح اور روشن نہین ۔ لیکن جس طرح لوگون نے خدا کے وجود کو بناے عقلی پر یعنے عقول انسانی کی شہادتون پر تسلیم کرلیا ہی اسطرح کیفیت وجود الٰہی یعنی مسلہ تثلیث کا حال نہین ہے ۔

مسلہ تثلیث خاصتہً کلام الہامی سے معلوم ہوتا ہے ۔ یہی مسلہ مذہب عیسوی کا مرکز اور اصل حقیقت اور بہت بڑا بھید ہے ۔ مذہب عیسوی اور مذاہب سے خاص اس بات مین جدا ہے ۔ اسکا ثبوت بہمہ جہت کلام الٰہی پر موقوف ہے ۔ خلقت کے احوال سے استدلال اور عقلی دلایل اسمین چل نہین سکتے ہین اسواسطے یہ سوال اس موقع پر چاہیے کہ پاک نوشتے اس باب مین کیا کہتے ہین ۔ مگر یہ بہی سمجھ لینا چاہیے کہ اس مسلہ کا صحیح مطلب سمجھنے اور اس امر کے تصفیہ کرنے مین کہ جن نوشتون مین تثلیث کا ثبوت ہے

وہ الہامی ہین - البتہ ذہن یا عقل کے قویٰ کا کام پڑتا ہے لیکن اس سے فراغت پا کے اور نیز یہ اعتقاد کر کے کہ جو کچھ اس باب مین بیبل سے معلوم ہوتا ہے وہ سب حق ہے ہم اپنے اعتقاد کو مسئلہ تثلیث مین بہمہ جہت کلام الٰہی پر قایم کرتے ہین - مین حتی الوسعت نہایت کوشش کرونگا کہ یہ مسئلہ بخوبی سمجھ مین آجاوے -

۱- پاک تثلیث کے حقیقی معنے یعنے مسیحی کلیسیائین تثلیث سے کیا سمجھتی ہین - اس امر کو مختلف عبارت سے کلیسیاؤن نے ظاہر کیا ہے -

۱- رسولون کا عقیدہ جسے قریب کُل مسیحیون کے حسب ذیل مانتے ہین -

"مین دل سے اعتقاد کرتا ہون - قادر مطلق باپ خدا کا جو صانع آسمان و زمین ہے اور اوس کے اکلوتے بیٹے اور اپنے خداوند یسوع مسیح کا جو روح قدس سے معمور ہو کر کنواری مریم سے پیدا ہوا اور پنطوس اور پلاطوس کے عہد مین مصلوب ہو کر وفات پائی اور مدفون ہوا - پھر عالم ارواح مین رہا - تیسرے روز مُردون مین سے جی اُٹھکر آسمان پر چلا گیا اور اب وہ قادر مطلق خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے -

وہان سے پھر وہ زندون اور مردون کا انصاف کرنے آویگا۔ مین
روح قدس کا اور تمام پاک کلیسیا کا اور بزرگون کے عشاء ربانی
اور گناہون کی معافی اور جسم کے پھر زندہ ہونے اور ہمیشہ کی زندگی
پانے کا اعتقاد رکھتا ہون۔ آمین۔

۲۔ عقیدہ اتھناسیان جنکی کتاب عقاید نامہ کی عبارت
ذیل سے تثلیث ثابت ہے "ہم خداے واحد فی التثلیث اور تثلیث
فی الواحد کی پرستش کرتے ہین۔ ہم نہ اقانیم ثلاثہ کو واحد نہ ذات
کو منقسم کہتے ہین۔ خدا کا اقنوم اور ہے اور بیٹے کا اور اور روح
قدس کا اقنوم اور ہے۔ لیکن الوہیت مین باپ اور روح القدس
تینون واحد جلال مین سب برابر اور بیٹا اور عظمت مین سب
برابر ہین۔ باپ خدا ہے۔ بیٹا خدا ہے۔ روح القدس خدا ہے
باوصف اس کے تین خدا نہین ہین بلکہ ایک ہی خدا اکیلا ہے"۔

۳۔ عقیدہ نسین۔ رسولون کی طرح اس عقیدہ والے بھی
خدا کی وحدت اور خداوند یسوع مسیح اور روح القدس کی
الوہیت کو اور ایک خدا مین تین اقنومون کے امتیاز کو مانتے ہین
خاص فرق اس عقیدہ والون مین یہ ہے کہ وہ اور مسایل کو مثلاً

جسم کے مکرر یعنی دوبارہ زندہ ہونے اور ابدی زندگی حاصل
کرنے کو نہایت اختصار سے بیان کرتے ہین - اور صورت اوسکی
بعبارتِ ذیل ہے "مین ایمان لاتا ہون قادر مطلق باپ خدا پر
جو آسمان وزمین اور تمام دیدنی اور نادیدنی چیزونکا صانع ہے
اور خدا کے اکلوتے بیٹے خداوند یسوع مسیح پر جو خدا باپ سے تمام عالم
سے پیدا ہوا - خدا سے خدا اور نور سے نور اور ایک ہی خدا سے ایک ہی
خدا ہے - خدا اوسکا باپ ہے خالق نہین - خدا باپ جسنے سب
چیزین بنائین اور وہ ایک ذات ہین - وہ ہم آدمیون کی اور ہماری
نجات کی خاطر آسمان سے اوترا اور کنواری مریم کے پیٹ مین اور
روح قدس سے مجسم ہوکے آدمی بنا اور نیز ہماری خاطر پنطوس
پلاطوس کے عہد مین مصلوب ہوا اور تکلیف اوٹھائی اور مدفون ہوا
اور کتبِ مقدسہ کے بموجب تیسرے روز جی اوٹھ کر آسمان پر
چلا گیا - اور باپ کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے - اور وہ زندون اور
مردون کا انصاف کرنے جلال کے ساتھ پھر آویگا اور ہمیشہ تک
سلطنت کریگا - اور مین روح قدس کا اعتقاد رکھتا ہون کہ وہ
خداوند اور معطی حیات جاودانی ہے اور باپ اور بیٹے سے نکلتی ہے

اور باپ اور بیٹے سے ہلکر پرستش اور تعظیم کے لایق ہے۔ نبیون کی زبان
سے وہی بولی۔ اور مین عام کلیسیا اور رسولون کی کلیسیا کو مانتا
ہون۔ مجھے اس امر کا اقرار ہے کہ اصطباغ گناہون کی معافی کے لئے
ہے۔ اور مین مردون کے دوبارہ زندہ ہونے اور آنے والی دنیا
مین زندگی پانے کا متوقع ہون۔

۴۔ ہیتھو دسٹ کلیسیا کا عقیدہ مسئلہ تثلیث کے بارہ مین جس طرح
کہ عقائدنامہ مین لکھا جاتا ہے ذیل مین مندرج ہے۔

عقیدۂ اول پاک تثلیث پر ایمان لانا کہ فقط ایک زندہ
اور سچا خدا ہے۔ وہ ازلی و ابدی ہے اوس کے جسم یا اعضا نہین
اوس کی قدرت و دانائی و نیکی کی کچھ حد نہین۔ وہ تمام محسوس اور
غیر محسوس چیزون کا خالق و محافظ ہے۔ اوسکی وحدت مین تین اقنوم
ہین باپ اور بیٹا اور روح قدس جو وجود اور قدرت اور ازلیت
و ابدیت مین واحد ہین۔

عقیدۂ ثانی کلمہ کی یعنی خدا کے بیٹے کی نسبت جو
آدمی بنا تھا۔ وہ بیٹا جو باپ کا کلمہ ہے اور ازلی و ابدی خدا او
باپ سے متحد الوجود ہے مبارک کنواری کے پیٹ مین آدمی کی شکل بنا

حتی کہ وہ کامل اور مسلم اصل الوہیت وانسانیت سے بلکہ ایک ایسا اقنوم ہوا کہ منقسم نہین ہوسکتا - وہی مسیح وہی خدا وہی آدمی ہے اوسنے فی الحقیقت تکلیف اوٹھائی اور مصلوب ہوکر مدفون ہوا تاکہ ہمین اپنے باپ سے ملا دے اور آدمیون کے نہ فقط ذاتی گناہون کا بلکہ حقیقی گناہون کا بھی کفارہ ہوا -

عقیدہ ثالث مسیح کے مکرر زندہ ہونے کا - مسیح فی الحقیقت مردون مین سے جی اوٹھا اور وہی جسم اختیار کرکے اون سب چیزون سمیت جو آدمی کی ذات کے متعلق ہین آسمان کو چلا گیا اور وہان اوس وقت تک بیٹھا ہے کہ پھر آخرت کے روز آکر عدالت کرے -

عقیدہ رابع یعنے چوتھا روح قدس کی نسبت - روح اقدس جو باپ اور بیٹے سے نکلتی ہے باپ اور بیٹے سے نکلکر واحد فی الوجود و العظمت والجلال ہے اور ازلی وابدی خدا ہے - عقاید مذکورۃ الصدر مین اگرچہ مختلف صورتون سے مسلہ تثلیث کا اظہار پایا جاتا ہے مگر وے سب عبارتین وہی ہین جو تمام زمانون کے مسیحی کلیسیاؤن کے دیندار عالمون نے تصنیف کی تھین

معمول یہ ہوگیا ہے کہ اس مسئلہ کا سیدھا سادا مطلب مختصر طور پر ادا کرنے کے لئے کلمۂ "تثلیث" اختیار کرلیا ہے - تثلیث کے معنی "تین ایک ہین" یعنی باعتبار ذات کے واحد اور اقانیم کے تین - ہمیشہ سے قدیم سے واحد ولاشریک جس مین شخصیت کا امتیاز ہے - پس اس لئے کہ سب بخوبی سمجھ لین کہ عیسائیون کا عقیدہ درباب کیفیت وجود الٰہی فی الحقیقت کیا ہے ہم خاص خاص باتین ہر عقیدہ کی جدا جدا بیان کرینگے -

اوّل - اوپر کے عقائد سے صاف معلوم ہوتا ہے اور مین نہایت پختگی سے یہ دعویٰ کرنا چاہتا ہون کہ عیسائی خدا کی وحدانیت کو مانتے ہین یعنی کہ صرف ایک ہی خدا ہے - موسیٰ اسرائیل سے فرماتا ہے کہ "یہ سب تجھی کو دکھایا گیا تاکہ تو جانے کہ خداوند تو خدا ہے اور اوس کے سوا کوئی نہین ہے" (استثناء باب ۴ - ۳۵) انجیل کی تعلیم بھی یہی ہے چنانچہ پولوس نے فرمایا ہے "ہم جانتے ہین کہ بت مطلق کوئی چیز دنیا مین نہین اور کوئی خدا نہین مگر ایک" (اقرنتی ۸ باب ۴) -

عقل کی رو سے بھی ایک خدا سے زیادہ ہونا محال ہے - وحدانیت

الٰہی عقل کے نزدیک ایسے ہی ضرور ہے جیسا کہ سبب اول کا ہونا
کیونکہ سببِ اول یا خالق کا ایک سے زیادہ خلافِ عقل اور نیز لفظ اعلی
کے معنے خلاف ہے کیونکہ جب سب چیزین ایک ہی خالق پر موقوف
ہین اور خالق متحد تو صریح تناقض لازم آویگا - اگر ایک خدا سے
زیادہ کا وجود تسلیم کیا جاوے تو خدا کی صفتِ کمالیہ کا غیر محدود
ہونا اور نیز اوسکا احکم الحاکمین ہونا باطل اور غیر ممکن ہو جایگا -
افسیون ۱ باب ۱۱ - آیت مین پولوس نے فرمایا ہے کہ "جس مین ہمنے
بہی اوس کے ارادہ کے موافق جو اپنی مصلحت سے سب کچہہ کرتا ہے
آگے سے مقرر ہو کے میراث پائی"، لیکن خدا نہ فقط واحد ہے بلکہ
اوسکی وحدانیت اوسی سے مخصوص ہے جس کی وجہ سے وہ واحد و
لا شریک خدا کہلاتا ہے اور یہ غور کرنا چاہیے کہ جب لفظ "واحد" کا اطلاق
خدا کی ذات پر کیا جاتا ہے تو اوس سے وہ معنی مراد نہین ہو سکتے جو
کسی اور چیز یا شخص واحد سے مراد ہوتے ہین مثلاً اگر آدمی کی نسبت
اس لفظ کا اطلاق کیا جائے تو ہر شخص کو شخص واحد کہین گے لیکن
اوس شخص واحد کے ساتہہ تعدد بہی لگا ہے کیونکہ ایک سے زیادہ
دو تین چار پانچ وغیرہ ہزارون لاکہون اور ہین اسواسطے ہر شخص

واحد ایک جز متعدد اشخاص کا ہے بخلاف اسکے خدا کی نسبت لفظ واحد کا اطلاق اس معنی سے نہین ہو سکتا ہے۔ خدا کی وحدانیت محض بے تعلق اور مجرد وحدانیت ہے کیونکہ جتنی اور چیزین ہین سب اوسی سے جیز وجود مین آئی ہین اور جس چیز کا وجود دوسرے سے ہے وہ خدا نہین ہو سکتی۔ خدا اپنی نسبت فرماتا ہے کہ مین ہی خداوند ہون اور کوئی نہین۔ میرے سوا کوئی خدا نہین۔ مین نے تیری کمر باندہی اگرچہ تو نے مجھے نہ پہچانا تاکہ لوگ سورج کے نکلنے کی اطراف سے غروب کی اطراف تک جانین کہ میرے سوا کوئی نہین۔ مین ہی خداوند ہون اور میرے سوا کوئی نہین (یسعیاہ ۴۵ باب ۵ و ۶ استثنا ۴ باب ۳۵ + ۲۳ باب ۳۹ + زبور ۸۱ باب ۱۰ + یسعیاہ ۴۴ باب ۸ + ۴۵ باب ۱۸-۲۱ + یوحنا ۱۷-۳) پہر اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو ہماری عبادت اور طاعت مین تفرقہ اور طرفداری ضرور واقع ہوتی۔ اگر ہم یہی فرض کر لیتے کہ سب معبود بہ حیثیت واحد ہین اور صفت غیر محدود رکہتے ہین (حالانکہ یہہ محال ہے) تو اوس وقت مین یہ خرابی واقع ہوتی کہ کس کی پرستش کرنا چاہیے۔

اسمین شک نہین کہ اگر متعدد خدا ہوتے اور سب مرتبے مین برابر ہوتے
توکوئی بہی خدا نہوتا جسکی ہم اطاعت کرتے کیونکہ اگر سب برابر ہوتے
توہم کس عقل سے اورون کے سامنے ایک کو ترجیح دیتے اور اوسکی
اطاعت اور بندگی کرتے اسی سبب سے خدا فرماتاہے کہ "میرے حضور
تیرے لئے دوسرا خدا نہووے" ور تب یسوع نے اوسے کہا ای شیطان
دور ہو کیونکہ لکہا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر" (خروج ۲۰ باب
۳ + متی ۴ باب ۱۰) اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو ہماری محبت
بہی ایک سے زیادہ کو ہوتی اور محبت کے ایک سے زیادہ مین تقسیم
ہونے سے ہم کسیکو تمام دل وجان سے محبت نہین کرسکتے اور
یہی حال فرمانبرداری اور بندگی مین ہوتا کیونکہ "کوئی آدمی دو خاوندون
کی خدمت نہین کرسکتا اس لئیے کہ یا تو وہ ایک سے دشمنی رکہے گا اور
دوسرے سے دوستی اور ایک کو مانے گا اور دوسرے کو ناچیز
جانے گا" (متی ۶ باب ۲۴) ہنود کا سا حال ہمارا بہی ہوتا —
بعضے رامچندر کو اور بعضے کرشن کو اور بعضے کالی وغیرہ کو پوجتے ہین
اور اون کے آپس مین بہی جہگڑا رہتا ہے کہ ہر فریق اپنے دیوتا
کو بڑا بتلاتا ہے۔ سب ہ ن کو خوب سمجہ لینا چاہئیے کہ تمام عیسائی

خدا کی وحدانیت کو مانتے ہین - اور یہ بہی جان لینا چاہئیے کہ جب کبہی
ہم تثلیث کا ذکر کرتے ہین یعنے الوہیت مین تین اقنوم ہین تو اوس سے
یہ مطلب نہین ہوتا کہ ایک اقنوم مین تین اقنوم ہین یا ایک خدا
مین تین خدا ہین ہم خوب جانتے ہین کہ ایسا سمجہنا کمال حماقت ہوگا
اور ایسی حماقت کی بات کو کون مانیگا ہمارا دعوی فقط اسی قدر ہی
کہ ایک خدا مین تین اقنوم یا تین وجود یا تین شانین ہین یہہ مطلب
نہین ہے کہ ایک خدا واحد اور ثلاث ایک ہی اعتبار سے ہے بلکہ
واحد ہونا باعتبار ذات کے ہے اور تین ہونا باعتبار اقنوم یا شانون
کے ہے + کتب مقدسہ کا یہ دعوی بشیک ہے کہ ایک ہی ذات مین
وحدانیت اور تثلیث دونون ہین لیکن اسکا مطلب اور ہے یعنے
ہمارا دعوی صرف وجود الہی کے طور سے یا زندہ خدا کی ذات
سے جو بیان سے باہر اور غیر ممکن التفحص ہے تعلق رکہتا ہے یا
اس دعوی سے مطلب ہے اوس کے شیون مختلفہ کا فرق کرنا یعنے
فقط اسقدر کہ خدا کی ذات ایسی ہے یا وجود الہی کا طور ایسا ہے
کہ اوس مین ایک امتیاز ہے اور وہ امتیاز تثلیث ہے باپ بیٹا
روح القدس +

دوسرے۔ اس بات کو بیان کرکے کہ ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ خدا واحد ہے لیکن تین اقنوم یا تین شانین البتہ اوس مین ہین۔ ہم اس عبارت کے کہ "پاک تثلیث یا الوہیت مین تین اقنوم ہین" صحیح معنی اور یہ تبلائینگے کہ بیبل شریف سے بہی بہ تحقیق ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔

دوسرا باب

باپ کے بیان مین

اول الوہیت کے اقنوم یا شان اوّل کو باپ کہتے ہین۔ خدا کے واسطے لفظ "باپ" کا استعمال نہ فقط یہودی اور عیسائی کرتے ہین بلکہ کل آدمی جو وجود باری کے اس حیثیت سے قایل ہین کہ وہ ذاتِ خالقہ ہے یہانتک کہ بت پرست شاعرون نے اپنے دیوتاؤن کی نسبت ایسے کلمے کا استعمال کیا ہے۔ یونانیون اور رومیون نے یہ نام بڑے معبود خدا (مہادیو) کی نسبت اسطرح لکہا ہے "وہ معبودون اور آدمیون کا باپ ہے" پولوس رسول نے

فرمایا ہی کہ ”ہمارا ایک خدا ہے جو سب کا باپ اور سب کے اوپر ہے“۔
(۱ قرنتی ۸ باب ۶+۱ اور افسیون ۴ باب ۶) پاک نوشتون مین یہہ لفظ
کئی معنی پر آیا ہے۔

۱۔ باپ کا لفظ بدین وجہ اوس کے مناسب ہے کہ وہ تمام جہان کا
خالق ہے۔ موسی نے پیدایش ۲ باب ۴ مین اس طرح فرمایا ہے
یہ ”آسمان و زمین کی پیدایش کا بیان ہے جب وے پیدا ہوئے جسدن
خداوند خدا نے زمین اور آسمان کو بنایا“ جو کوئی کسی شے کا خالق ہو
اور وہ شے گو کسی نام سے مشہور ہو اور قبل اوسکا وجود بہی نہو تو
محاورے کی رو سے پیدا کرنے والے کو شے مخلوق کا باپ کہین گے
ایوب نے فرمایا ہے ”کیا باران کا کوئی باپ ہے یا اوسکی بوندون کو
کس نے تولد کیا ہے“ (ایوب ۳۸ باب ۲۸) معلوم ہوتا ہے کہ اس
عبارت سے اوسکی یہ غرض ہے کہ سواے خدا کے اور کوئی سبب
مینہ کے پیدا ہونے کا نہین ہے اس باعث سے اوسے مینہ کا باپ
کہہ سکتے ہین لیکن اوسکی کل مخلوق مین بنی آدم کو کہ ذی عقل و ذی روح
ہے فوقیت ہے اس واسطے خدا کو آدمیون کا باپ کہنا مناسب تر ہی
اگرچہ ایک معنی سے خداے تعالی غیر ذی العقل و ذی روح کا باپ بہی ہی

لیکن وذوی العقول کا باپ بالکل مختلف معنون مین ہے - ذوی العقول کو اوس نے اپنی صورت پر بنایا یعنے روح عطا کی ہے - اسیوجہ سے اوسے "روحون کا باپ" عبرانی ۱۲ باب ۹ آیت مین لکھا ہے - جب اوس نے زمین کی بنیا دڈالی تو ایوب سے خطاب کرکے آدمیون کو بنی اللہ کا لقب دیا "جب صبح کے ستارے ملکے گاتے تہے اور سارے بنی اللہ خوشی کے بارے للکارتے تہے" (ایوب ۳۸ باب ۷) حضرت آدم جو خدا کے دست قدرت کی صنعت اول تہے اون کو لوقا ۳ باب ۳۸ مین خدا کا بیٹا لکھا ہے - ملاکی نبی نے اسرائیلیون کو یہ تعلیم دی کہ خدا کو باپ کہین - چنانچہ ملاکی ۲ باب ۱۰ مین آیا ہے کہ "کیا ہم سبھون کا ایک ہی باپ نہین کیا ایک ہی خدا نے ہم سبھونکو پیدا نہ کیا" پس اس معنی سے کہ وہ تمام آدمیونکا خالق ہے باپ کہلاتا ہے -

خدا کو روحی اور دینی باپ بہی کہتے ہین - عہد عتیق مین یہوواہ کو بنی اسرائیل کا باپ اسوجہ سے لکھا ہے کہ اوس نے اپنی قدرت سے اونہین ایک قوم بنادیا "کیا وہ تیرا باپ نہین جسنے تجہے مول لیا - کیا اوس نے تجہے بنایا نہین اور تجہے قایم نہین کیا"

(استثنا ۳۲ باب ۶) "یقیناً تو ہمارا باپ ہے اگرچہ ابرہام ہمسے ناواقف ہو اور اسرائیل ہمین نہین پہچانے - تو اے خداوند ہمارا باپ ہے اور ہمارا انجات بخشنے والا ہے - تیرا نام ابد سے ہے" (یسعیاہ ۶۳ باب ۱۶)
لیکن دین کے اعتبار سے خدا کا باپ ہونا نہایت عمدگی اور خوبی سے اور حیثیت عبارت کے ساتھہ عہد جدید مین مذکور ہے - اور یہ محاورہ که "خدا تمام آدمیون کا باپ ہے" اکثر جگہ انجیل مین یسوع مسیح نے فرمایا ہے لیکن اوس نے اس معنے سے که وہ خالق ہے استعمال نہین کیا بلکہ بغیر امتیاز یہود اور غیر قومون کے دینی طور پر آپ کو تمام آدمیون کا باپ کہا ہے - خدا کا پدرانہ مزاج پشیمان گنہگارون کے حال پر (لوقا ۱۵ باب ۱۷) تمام مسیحی خوشخبری کی بنیاد ہے (متی ۵ باب ۹ و ۴۴ و ۴۵)
پولوس مقدس نے قرنتیون کو لکھا ہے "مین ہی انجیل کے وسیلے سے مسیح یسوع مین تمہارا باپ ہوا (اقرنتی ۴ باب ۱۵) لیکن اصلی بات وہی ہے جبکا یہ کلام ہے اور وہ خدا ہے + چونکہ اب ہم ازسرنو پیدا ہوئے اور خدا کی قدرت سے نئی زندگی حاصل کی ہے اور اوسکے روحانی فرزند کہلاتے ہین اس سبب سے خدا کی نسبت لفظ "پدر" کا اطلاق ایت ذیل کے عمدہ مضمون کے مطابق ہے کہ ہم فی الحقیقت

لیپالک ہونے کی روح پائی جس سے ہم اَبا یعنے اے باپ پکار پکار کے کہتے ہین۔

۲۔ مگر اقنوم ثانی کا باپ خداے تعالیٰ فقط اسی سبب سے نہین ہے کہ وہ تمام چیزون کا خالق و محافظ یا نگہبان ہے یا اوسے ارواح ذوی العقول سے علی الخصوص اون لوگون سے جنہون نے نئی پیدایش حاصل کی اور خدا کے لیپالک ہو کے اوس کے روحانی خاندان مین داخل ہوئے خاص تعلق ہے بلکہ بوجہ ایک اور تعلق اور خصوصیت کی جو اوسے تثلیث کے اقنوم ثانی یعنے یسوع مسیح سے ہے باپ کہلاتا ہے۔ کتب مقدسہ سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ یسوع مسیح کی نسبت ابن اللہ کا لفظ بالکل مختلف معنی مین استعمال کیا جاتا ہے۔ آدمیون اور فرشتون کی نسبت اس لفظ کا اطلاق اور معنی سے ہے۔ اور چونکہ یسوع مسیح ابن اللہ بطور خاص ہے اسی طرح ہمین خدا کی نسبت تصور کرنا چاہیئے کہ وہ اوس بیٹے کا باپ خاص معنے سے ہے۔ یسوع فرماتا ہے کہ مین اوپر اپنے باپ اور تمہارے باپ پاس اور اپنے خدا اور تمہارے خدا پاس جاتا ہون (یوحنا ۲۰ باب ۱۷) جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا دونون کا باپ ہے مگر باعتبار مختلف۔ اگر خدا کا

تعلق مسیح سے خاص نہوتا تو مسیح اس طرح فرماتا کہ خدا پاس جو ہمارا باپ ہے جاتا ہون ۔ جب کبھی مسیح نے اقنوم اول یعنے خدا کی نسبت شاگردون سے کوئی خطاب کیا ہے تو میرا اور تمہارا باپ ہی کہا ہے ۔ یہ کبھی نہین فرمایا کہ " ہمارا باپ " اسی وجہ سے مسیح کے رسولون نے خدا کا نام ہی جدا رکھا ہے یعنے ہمارے خداوند یسوع مسیح کا باپ (افسیون ۱ ۔ باب ۱۷ + قرنتی ۲ باب ۶ ۔ آیت ۱۰ + ۱ ۔ پطرس ۱ باب ۳ ۔ اور نیز یہ بھی اونکا بیان ہے کہ ایماندارون کا بڑا حق یہ ہے کہ وہ خدا کو باپ کہکر پکارین لیکن یہ حق فقط مسیح کے سبب سے اونہین حاصل ہوا ہے " وے سب کے سب اوس ایمان کے سبب جو مسیح پر ہے خدا کے فرزند ہین (گلتی ۳ باب ۲۶) " جتنون نے اوسے قبول کیا اونہین اوس نے اقتدار بخشا کہ خدا کے فرزند ہون یعنے اونہین جو اوسکے نام پر ایمان لاتے ہین " (یوحنا ۱ باب ۱۲) پس ہم دیکھتے ہین کہ خدا کو باپ ہونے کا تعلق مسیح سے بیشک خاص نیز اور عمدہ تر اوس تعلق سے ہے جو اوسکے اور عیسائیون کے درمیان ہے کیونکہ عیسائیون کو حق ابنیت مسیح کے سبب سے ملا ہے اور اون کا بیٹا ہونا بالکل مسیح پر موقوف ہے ۔ دوسرے یہ کہ خدا کو خاص محبت

نئی طرح کی تہی جسکا مستحق بجز اوس کے اکلوتے اور حقیقی بیٹے کے
اور کوئی نہین ہوسکتا + اپنے سب بہائیون مین خدا کے اکلوتے
بیٹے کا خطاب اوسی کو ملا۔ (رومیون ۸ باب ۳۲)
باپ اور بیٹے کی الوہیت مین ایسا باہمی تعلق خدا کے باپ ہونی
کی خاص وجہ ہے۔ بیبل مین باپ کا لفظ اکثر انہین معنون مین
سمجھنا چاہیئے بپتسمہ دیتے وقت باپ اور بیٹے اور روح القدس
کا نام جو آتا ہے تو اوس سے اس خیال کا اظہار منظور ہوتا ہے
کہ خدا کو اپنے بیٹے سے جسکا نام اوس کے نام سے وابستہ ہے
خاص تعلق ہے کیونکہ عیسائیون کو جیسے خدا باپ کے اکلوتے
بیٹے یسوع کے نام کے سوا اور کسی نام پر بپتسمہ نہین دیا جاتا
ہے اسی طرح بجز اکلوتے بیٹے مسیح کے باپ کے اور کسی باپ کی
نام بپتسمہ نہین دیا جاتا ہے۔ اور یہ بہی سمجہ لینا چاہیئے کہ خدا
مسیح کا باپ شاید اس سبب سے کہا جائے اور کہا گیا ہے کہ
خدا کو مسیح کی انسانیت سے بہی خاص تعلق تہا کیونکہ وہ خدا کی
قدرت اور روح القدس کے وسیلے سے جو کنواری مریم کے
پیٹ مین رہی تہی۔ پیدا ہوا تہا۔ تولد کے معمولی قاعدے کے

سوافق نہین پیدا ہوا تہا (لوقا ۱-۳۵) خدا کی الوہیت اوس بیٹے کی نسبت بوجہ اوس کی معجزانہ پیدایش کے ہے ورنہ ویسے تو وہ خدا کے ساتہہ ہمیشہ سے ہے اور خود خدا ہے (یوحنا ا باب ۱-آیت) اس مطلب کو بہ عبارت دیگر اس طرح سمجئیے کہ ایک ذات الٰہی مین ہمیشہ سے دو وجود غیر ممکن الانفصال جنکو باخودہا ایسا خاص اور عقل سے باہر تعلق ہے کہ اوسے بنظر امتیاز اب وابن سے تعبیر کرتے ہین + لیکن اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ذات باری کی نسبت اطلاق ابوّیت کا تعلق اوس کی مخلوق کے کئی معنے مین آیا ہے یعنے جیسے لفظ "اب" کے استعمال جداگانہ ہین ویسے ہی اسکے معنی بہی جداگانہ ہین جبکہ ہم "اب" کے لفظ کو اوس تعلق پر نظر کر کے استعمال کرتے ہین جو اوسے الوہیت کے اقنوم اول سے ہے تو دوسرے اور نہایت مخصوص معنی دیتا ہے الوہیت کی نسبت کے اعتبار سے اوس کے معنے نہ فقط بالکل مختلف ہی ہین بلکہ آدمی کی سمجہ کی رسائی سے باہر ہین + ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہین کہ خدا کے کلام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ وجودِ الٰہی مین تین مخفی شخصیتین ہین جنکو باپ اور بیٹا اور روح القدس کہتے ہین + لیکن اب وابن کے الفاظ ایسا باہمی

تعلق رکھتے ہین کہ اوس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان دونون اقانیم یعنی
شیون اول وثانی یین اس قسم کی محبت ہمیشہ سے ہے کہ اوسی
مماثل یا مشابہہ محبت کے کہنا چاہیے جو انسانی باپ اور بیٹے کے
درمیان ہوا کرتی ہے اور وہ دونون شانین ایک خدا مین موجود
ہین یا یون کہیئے کہ ایک خدا دو شیون مین ہے یا یون سمجھیے کہ ایک
مخصوص اور تین کے **تعلق** - کا نام خدا ہے حتی کہ ایک وجود
بغیر وجود کے خدا نہین ہوسکتا ہے اور ناظرین کو اس امر کا جاننا
بھی ضرور ہے کہ وجود کے معنے بھی ایسے مقام پر خاص ہین کیونکہ
اگرچہ یہان تین وجود ہین تاہم غیر ممکن الانفصال ہین ازلی و
ابدی باپ اور بیٹے کی یہ رشتہ داری ہمیشہ سے ہے اور ایک
الٰہی ذات مین دو شانون کے ایسے امتیاز مین توالد تناسل کا
خیال جو انسانی باپ اور بیٹے کے درمیان ہوتا ہے وہ مطلق نہین
ہے + ہر چند کہ ایسا کہنا تعجب کی بات ہے پھر بھی بعض مسلمان
یہ نہین سمجھتے یا سمجھنا نہین چاہتے کہ باپ اور بیٹے کے الفاظ کا اطلاق
اکثر اون موقعون پر بھی ہوتا ہے جہان کہ مرد و عورت کا تعلق نہو +
اسی سبب سے وہ از راہ نادانی یا جان بوجھ کر سوال کرتے ہین

کہ آیا خدا کے جورو بھی تھی ـ ہم بیان کر چکے ہین باپ کا استعمال ایسی
بہتیری جگہون مین ہوا ہے جہان مذکر و مؤنث کا مطلق تعلق نہین ہے
یہانتک کہ خود ہم آدمیون مین باپ اور بیٹے کے لفظ کا استعمال ایسی
صورت مین ہوتا ہے جہانکہ کوئی رشتہ معمولی تولد سے نہین ہوتا ـ مثلاً ممکن
ہے کہ کوئی شخص کسی یتیم کو متبنی کرکے اوسکا باپ کہلاوے ـ علی ہذا القیاس
باپ کہلانے کے بہتیرے اور وجوہ بھی ہو سکتے ہین ـ اب خدا کی ابویت
کا مختصر بیان کرکے یعنے یہ تبلاکے کہ الوہیت مین ایک رشتہ یا امتیاز ہے
جسے باپ سے تعبیر کرتے ہین تثلیث کا بیان کرینگے ـ

باب تیسرا

بیٹے کے بیانمین

تثلیث کے اقنوم ثانی یعنے بیٹے کے معنی کی تشریح کرینگے
جیسا کہ ہم لکھہ چکے ہین کہ پاک نوشتون مین باپ کا لفظ کئی مختلف
رشتون کے معنی دیتا ہے ایسے ہی بیٹے کا لفظ بھی تمام بیبل مین
بہت سے مختلف معنے مین آیا ہے ـ بیٹے کے اصلی معنے اوس رشتہ کی

ہین جو لڑکے کو اپنے باپ اور ماں سے ہوتا ہے اور وہ توالد کے
معمولی قاعدے کے موافق عورت و مرد کے جمع آنے سے پیدا ہوتا
ہے جیسے داؤد ابن یسّی + دوسرے اوس رشتے کے معنے ہین جو
عیسائیون کو خدا سے ہے کیونکہ اونہین کو یہ قدرت اوسنے عطا کی
کہ خدا کے بیٹے ہو جا دین کیونکہ جتنون نے خدا کی روح سے ہدایت
پائی ہے وہ سب خدا کے بیٹے کہلاتے ہین + تیسرے معنی بیٹے
کے اوس رشتے کے ہین جو فرشتون کو خدا سے ہے مثلاً ایک جگہ
آیا ہے کہ "جبکہ خدا کے بیٹے خداوند کے سامنے آکے حاضر ہوئے"۔
چوتھے بیٹے کے معنے اوس رشتے کے ہین جو شاگرد کو اوستاد
سے ہوتا ہے جیسا کہ الیاہ نے صموئیل نے کہا تھا کہ "مین نے اپنے
بیٹے سے نہین کہا تھا" یا جیسا کہ پولوس نے تمطاؤس اور ططس کو
اُپنے بیٹے ایمانین کہا ہے۔ پانچوین معنے اوس رشتے کے ہین جو
مخلوق خالق سے ہے جیسے آدم کی نسبت لکھا ہے کہ وہ خدا کا بیٹا
تھا۔ چھٹے یہوداہ کو ہلاکت کا فرزند لکھا ہے۔ ساتوین۔ نہایت
مختلف اور مخصوص معنے بیٹے کے اوس رشتے کے ہین جو مسیح کو خدا
سے ہے جب خدا کا بیٹا کہا جائے۔ مثلاً ایک سچّے اسرائیلی مسمی

نتنی ایل نے مسیح سے کہا اے ربی تو خدا کا بیٹا تو اسرائیل کا بادشاہ
ہے" (یوحنا ۱ باب ۴۹) اور مارتہا نے کہا کہ "ہان اے خداوند مجھے
یقین ہے کہ خدا کا بیٹا مسیح جو دنیا مین آنے والا تہا تو ہی ہے"
(یوحنا ۱۱ باب ۲۷) پاک نوشتون مین مسیح کو خدا کا بیٹا کم سے کم
دو معنون مین کہا گیا ہے۔

اوّل۔ یہ کہ بہ مدد روح خدا کنواری مریم سے پیدا ہوا۔ خدا
کے فرشتے نے اوس لڑکے کی نسبت جو مریم سے پیدا ہوا تہا یہ کہا
کہ "وہ روح القدس سے پیدا ہوا" (متی ۱ باب ۲۰) فرشتے نے مریم
سے کہا "روح القدس تجہپر اوترے گی اور خدا ے تعالی کی قدرت کا
سایہ تجہپر ہوگا اس سبب سے وہ قدوس ہی جو پیدا ہوگا خدا کا بیٹا
کہلائے گا" لوقا ۱ باب ۳۵" مسیح کو اس مقام پر خدا کا بیٹا کہا ہے
اس سے ظاہر ہے کہ روح القدس خدا ہے۔ کیونکہ اگر وہ مخلوق
ہوتی خود خدا نہوتی جسکی مدد سے ہمارا منجی یسوع مسیح مریم سے
پیدا ہوا تو مسیح مخلوق کا بیٹا کہلاتا خدا کا نہین۔ سوا اس کے ہم
اپنے منجی کے ابن اللہ ہونے کی ایک اور خاص وجہ کتب مقدسہ
مین اون معنے سے بالکل جدا جو خدا کے اور بیٹون کی نسبت

لئے گئے ہیں پاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ اکلوتا بیٹا کہلاتا ہے ہرچند کہ
کنواری مریم سے معجزانہ طور پر مسیح کا پیدا ہونا البتہ ایسا امر تھا کہ اوسکی
خدا کا بیٹا ٹھہرنے کو کافی تھا۔
لیکن اس سبب سے وہ اکلوتا بیٹا نہین ہوسکتا تھا کیونکہ اس اعتبار
سے کہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تھا آدم بہی خدا کا بیٹا تھا چنانچہ کتاب
مقدس مین اوس کی نسبت لکھا ہے اور سیت آدم کا بیٹا کہلاتا تھا
(لوقا ۳ باب ۳۸) مسیح کا عورت کے پیٹ مین بغیر معمولی تعلق مرد
کے بننا ایسا امر نہین ہے کہ اوسے آدم کے بنائے جانے سے کہ بالکل
بغیر ماں باپ کے محض خاک سے بنا تھا اسقدر برتر اور مختلف تصور
کرین کہ کتب مقدسہ کی رو سے جو فرق عظیم مسیح و آدم مین ہے وہ امر
مذکور کی وجہ قرار پاسکے سوائے اس کے جہاں کہین کتب مقدسہ مین
مسیح کے ابن اللہ ہونے کا ذکر ہے وہاں اوس کے فقط اس طرح
پیدا ہونے کو ابنیت کی دلیل نہین گردانا ہے جب ہمارے خداوند
یسوع مسیح کا جسم تیار ہوا تو اوس کے ساتھہ دو امر ہوئے ایک تو
یہ کہ اوسکی انسانی ذات از روے معجزے کے پیدا ہوئی دوسرے
الوہیت اوس کی انسانیت سے ملی یہانتک کہ مسیح عما نوایل

(جسکے معنے ہین (خدا ہمارے ساتھہ) ہوا اور اسی وجہ سے ایسا نتیجہ
نکلنا بیوجہ نہو گا کہ مریم کے احوال کی تشریح مین دونون امور کا حوالہ
دینا چاہئیے یسوع "پاک لڑکا" اسوجہ سے کہلایا کہ روح قدس سے پیدا
ہوا اور چونکہ تثلیث کا اقنوم ثانی تہا ازلی وابدی کلمہ نے کنواری
مریم پر نازل ہوکے شئے مخلوق سے متحد ہوکے نہایت مخصوص اور
عمدہ معنی مین آپ کو ابن اللہ کہلایا چنانچہ صاحب زبور نے دوسری
زبور مین کہا ہے کہ تو میرا بیٹا ہے آج کے دن (حالانکہ ابد مین رات
دن اور آج کل کا وقوع نہین ہوتا) مین تیرا باپ ہوا پس اسوجہ
سے کہ مسیح مین دو ذاتون کی آمیزش تہی وہ خدا کا ازلی وابدی
بیٹا بہی تہا اور نیز فقط اس سبب سے بیٹا تہا کہ از روے اعجاز
پیدا ہوا او سپر "ابن" کا اطلاق ایسے خاص اعلی معنے مین ہوا ہے
کسی مخلوق یا محدود ذات پر اوسکا اطلاق ممکن نہین بیٹا اس
تہا کہ الوہیت قدیم سے باپ سے تہی لیکن باوصف اسکے ہم دونون
اقانیم کی نسبت یہ دعوی کرسکتے ہین (اگرچہ کیسا ہی سمجہ سے باہر
کہ دونون مساوی المرتبہ اور ایک ہی چیز ہین پاک نوشتون سے
سبکو بہی ظاہر ہے کہ یسوع مسیح قبل از آنکہ روح قدس کے وسیلے

مریم مین آیا حقیقی وجود رکھتا تھا پس اگر تم ابن آدم کو اوپر جاتے
جہان وہ آگے تھا دیکھو گے (یوحنا ۶ باب ۶۲ آیت) جو اوپر سے آتا ہے
سب کے اوپر ہے وہ جو زمین سے ہے زمینی ہے اور زمین کی
کہتا ہے وہ جو آسمان سے آتا ہے سب کے اوپر ہے (یوحنا ۳،۲۱)
پہلا آدمی زمین سے (یعنی آدم) خاکی ہے دوسرا آدمی خداوند
آسمان سے ہے (۱۔قرنتی ۱۵-۴۷) آیات کے مضمون سے
ثابت ہے کہ مسیح آسمان پر صعود کرنے سے قبل بھی وہان موجود
تھا۔ پولوس نے فرمایا ہے پر اوسکا اوپر چڑھنا سوا اسکے اور کیا ہے
کہ وہ پہلے زمین کے نیچے اوترا (افسیون ۴-۶) یوحنا اصطباغی
نے اگرچہ وہ مسیح سے پہلے جسم مین ظاہر ہوا اس طرح کہا ہے کہ
یہ وہی ہے جسکا ذکر مین کرتا تھا کہ وہ جو میرے پیچھے آنے والا ہے
مجھ سے مقدم ہے (یوحنا ۱ باب ۱۵) پھر یسوع نے خود اپنی
نسبت فرمایا ہے کہ مین تم سے سچ کہتا ہون پیشتر اس سے کہ ابرہام
مین ہون (یوحنا ۸ باب ۵۸) اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ مسیح
نے آپ کو اس دنیا سے بھی پہلے کا بتایا ہی تو اس سے ظاہر ہے کہ
زمین کے اور اشیا کے وجود سے پہلے اوسکا وجود حقیقی تھا

عبرانیون ا باب ۲ - مین لکھا ہے کہ ان اخری دنون مین (خدا) ہم سے
بیٹے کے وسیلے بولا جسکو اوس نے ساری چیزونکا وارث ٹھہرایا اور
جسکے وسیلے اوسنے عالم بنائے - یہ بھی بیٹے کی نسبت ہے کہ "اے خدا
تیرا تخت ابد تک ہے راستی کا عصا تیری بادشاہت کا اثر ہے اور
یہ کہ اے خداوند تو نے ابتدا مین زمین کی نیو ڈالی اور آسمان تیرے
ہاتھہ کی کاریگری ہین وے نیست ہو جائین گے پر تو باقی ہے اور
وے سب پوشاک کی مانند پرانے ہونگے اور چادر کی طرح تو انہین
لپیٹیگا اور وے بدلجائین گے پر تو وہی ہے اور تیرے برس جاتے
نہ رہین گے (عبرانی ا - ۸ - ۱۰ - ۱۲) -

دوسری کتب مقدسہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی معجزانہ
ولادت سے پہلے خدا کا بیٹا فقط موجود ہی نہ تھا یعنے فقط یہی نہین کہ
وہ ہمیشہ سے موجود ہے بلکہ یہ کہ وہ مخلوق نہین ہے وہ فی الحقیقت
بذاتہ اور بالوجوب خدا تھا یہ نتیجہ آیات ماسبق سے بخوبی نکلتا ہے
کہ اوس نے دنیا کو پیدا کیا جس سے ہمنے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ دنیا سے
پہلے موجود تھا کیونکہ یہ بھی لکھا ہے کہ جسنے سب چیزون کو بنایا وہ خدا
ہے (عبرانی ۳ - ۴) یوحنا رسول نے فرمایا ہے کہ ابتدا مین کلام تھا

(یعنی تثلیث کا دوسرا اقنوم) اور کلام خدا کے ساتھہ تھا اور کلام خدا
تھا (یوحنا ۱-۹) اوس نے خدا کی صورت مین ہو کے خدا کے برابر ہونا
غنیمت جانا لیکن اوس نے آپ کو نیچ کیا کہ خادم کی صورت پکڑی اور
انسان کی شکل بنا (فلپی ۲ باب ۶ و ۷) اوسکا لقب الفا اور امیگا
یعنی ابتدا و انتہا ہے سواے میرے اور کوئی خدا نہین ہے (یسعیاہ
۱۴ باب ۴ + ۸۴ باب ۱۲ + ۴۴ باب ۱۶ + مکاشفات ۱ باب ۲ و ۱۷
و ۱۸ + ۲ باب ۸ + ۲۳ باب ۱۳ + فلستی ۲ باب ۹ + یوحنا ۱۶-۱ باب ۳۰
اقرنتی ۸ باب ۶ + رومی ۹ باب ۵-

تیسرا- امر الوہیت کے اقنومِ ثانی کی نسبت جسے خدا کا بیٹا
کہتے ہین یہ ہے کہ جیسے کتبِ مقدسہ کے مضامین سے باپ بیٹے کا
ایک ذات ہونا ثابت ہوتا ہے ویسے ہی یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بیٹے کا
تولد باپ سے خاص طور کا ہے یعنے لفظ "تولد" کا استعمال بیٹے
کی نسبت معمولی معنے مین ہرگز نہین کرنا چاہیئے یہ سچ ہے کہ مسیح
خدا کا اکلوتا متولد بیٹا کہلاتا ہے لیکن "تولد" کے یہ معنی کہ وہ آدمیون
کی طرح پیدا کیا گیا یا جانا گیا کسی نہج نہین ہوسکتے ہین تولد کا اطلاق مسیح
کی نسبت اِس حیثیت سے کہ وہ خدا کا اکلوتا متولد بیٹا ہے بالکل الٰہی طور پر ہے

اسواسطے سمجھ سے باہر ہے وہ ایسا متولد ہے کہ باپ کی ذات سے اوسے
اتحادِ کُلّی ہے یعنے باپ اور وہ دونون ایسے متحد الذات ہین کہ ایک
کو دوسرے کے بغیر ہم تصور نہین کرسکتے نہ یہ بات ہے کہ اون مین ایک
کسی وقت مین موجود ہوا اور دوسرا اوس وقت نہ ہو وہ ابدی
وازلی متولد ہے نہ بالفعل باپ سے جُدا ہے نہ کسی زمانہ ماضی
مین جدا ہوسکتا تھا جیسے درخت کی شاخ کا وجود جڑ سے ہے اور وہ
اوس سے جُڑی ہوتی ہے یا جیسے نہر کسی چشمے یا دریا سے نکلتی
ہے اور اوسی پر اوسکا وجود ہوتا ہے پہر بھی اوس سے جدا نہین
ہوتی ہے ایسے ہی اقنومِ ثانی ابد سے خدا سے ہے اور اوس سے
جدا بھی نہین ہے نہر کا چشمے سے جاری رہنا لامحالہ چشمے پر موقوف
ہے ایسا ہی حال روشنی کی شعاؤن کا سورج سے ہے۔ سورج کا
تصور ہم ہرگز نہین کرسکتے اگر اوس کی روشنی ہم تک نہ پہونچتی جیسے
روشنی کا وجود سورج کی ذات سے ہے ایسے ہی مسیح کا وجود باعتبار
ابن اللہ ہونے کے قدیم سے ہے یا بمحاورۂ دیگر یہ کہنا چاہیے کہ مسیح
چونکہ ابن اللہ ہے الوہیت مین ہمیشہ سے موجود ہے کیونکہ الوہیت میں
تین رشتے یا تین شخصتین ہمیشہ سے ہین۔

اور چونکہ ذات الٰہی جسم سے مبرا ہے اور نیز غیر ممکن الانقسام ہے اسواسطے
یہ ممکن نہین کہ مسیح مین ذات مذکور کا کوئی جُز ہو اور وہ جُز و باپ سے
جدا ہو گیا ہو۔ پس تولد کی جو قسم یہان مُراد ہے اوس معنی سے
نہین ہو سکتی ہے جو عام معنے سے ہوتی ہے کیونکہ تولد انسانی
مین بیٹیا والدین کے جُز و جوہر سے بنتا ہے اور وہ جُز و غیر مکمل بھی
ہوتا ہے کیونکہ اوس مین امکان تقسیم کا ہوتا ہے اور یہ امکان
مستلزم جسمیت کو بھی ہے بخلاف اسکے ذات الٰہی جسمیت سے
مبرا اور غیر ممکن الانقسام ہے۔ ہرچند کہ ذہن اس امر کی طرف متبادر
ہوتا ہے کہ بیٹے کا وجود باپ سے ضرورتاً موخر ہوا ور بیٹیا باپ سے
چھوٹا ہو کیونکہ توالدا صلاب درحالیکہ اصلاب متصاعدہ اعلیٰ
سبیل المناسبت معدوم ہوتی رہتی ہین قیام نوع کے واسطے
ہوتا ہے والدین کیواسطے یہی کفایت کرتا ہے کہ دوسرے کو پیدا کرکے اپنے بعد چھوڑ جاوین
کہ نوع آدم کا وجود اونکے بعد بھی قایم رہے لیکن یہ امر مستلزم نقص و حدوث
ہے جسکا امکان اوس ذات مین محال ہے جو ابدی و ازلی اور
بے ابتدا و بے انتہا ہے جو ہمیشہ سے جیسے خدا ہے ویسے ہی باپ بھی
ہے آدمی و جانور جب عمر طبعی کو پہونچتے ہین تو ناپید ہو جاتے ہین ؎

لیکن خدائے واجب الوجود کی کامل ذات اوس کی قدیم ہونے کی
دلیل ہے انسانی رشتے جیسے باپ اور بیٹا جنس واحد سے ہوتے
ہین پھر بھی تشخص ایک نہین ہوتا کیونکہ جنس اگرچہ ایک ہے لیکن
ایک تن نہین ہوتے ہین ہر ولد اوپر قاعدے نمو کے متشکل ہوتا
ہے اسواسطے ہر ولد بہ نسبت اپنے والد کے دوسرا آدمی ہے۔
لیکن ذات الٰہی بوجہ مجرد عن المادہ ہونے کے غیر ممکن الانقسام
اور بوجہ کامل اتحاد کے غیر ممکن النمو اور پیدا ہونا اوس کا اس نہج پر
ہے کہ نمو کو اوس مین مطلق دخل نہین ہے حتیٰ کہ وہ جو پیدا ہوا ہے نہ
صرف ذات کے اعتبار سے واحد اور غیر ممکن التقسیم ہی ہے بلکہ
خدائے واحد ہے خدا باپ اور خدا کلمہ + ابرہام آدمی تھا اور
اضحاق بھی آدمی تھا لیکن ابرہام ایک آدمی تھا اور اضحاق دوسرا
آدمی تھا۔ لیکن خدا کی نسبت ایسا خیال نہین جا سکتا کہ ایک خدا
باپ تھا اور دوسرا خدا بیٹا تھا بلکہ باپ اور کلمہ ازل سے خدائے
واحد ہے۔ یہ الٰہی تولد اس بات پر موقوف ہے کہ باپ اور بیٹے
کے درمیان ایسا رشتہ پایا جاتا ہے اور چونکہ کلمہ یا بیٹا خدا کی
کامل ذات سے ہے جو اوسی سے پیدا ہوئی ہے اسواسطے یہ رشتہ داری

اب و ابن مین ایسا اتفاق و اتحاد کامل ہے کہ انسانی تولد مین
ممکن نہین ہے - ذات الٰہی کا یہ تولد ایسا ہے کہ اوس سے
مسیح ہے اور وہ صحیح اور مناسب طور پر ابن اللہ کہلاتا ہے -
مسیح ازل سے خدا تھا وہ اپنے آپ سے نہین بلکہ خدا باپ کی
طرف سے خدا کا ازلی بیٹا کہلاتا ہے - یہ امر کہ اس معنی کر خدا کے
ہمیشہ سے ایک بیٹا تھا اجور کے سوال مندرجہ امثال سلیمان
سے ظاہر ہے "کسنے زمین کی ساری حدین ٹھہرائین اگر تو کہہ سکتا
ہے تو تبلا کہ اوسکا نام کیا ہے اور اوس کے بیٹے کا نام کیا ہے"
(امثال ۳۰ و ۴)

محمد صاحب کا خاص مقصد مسیح کی ازلی ابنیت کی حقیقت کا انکار
تھا - وہ جانتے تھے کہ اور کسی طرح آپ کو مسیح پر ترجیح دینا ممکن نہین
اور یہ ممکن ہے کہ ایک نبی دوسرے سے بڑا ہو - اس واسطے
محمد صاحب نے سوچا کہ اس ڈھب سے اپنے سریع الاعتقاد
شاگردون کو اس امر کی ترغیب دینے کا موقع ہاتھ آجائے گا کہ
مین تمام نبی آدم سے بڑا ہون - اور یہ بھی اونہین معلوم ہوا کہ
اگر کسی نے یہ اعتقاد کیا کہ مسیح خدا کا ازلی اور واجب الوجود

بیٹا ہے تو آپ کو اوسپر ترجیح دینا غیر ممکن ہو جایگا۔ اسیواسطے اونھون نے
قرآن مین جابجا یہ دعویٰ کیا ہے کہ خدا کے کوئی بیٹا نہین نہ کوئی اوسکی
برابر ہے اور اون کے پیرو حجت کرتے ہین اور کتب مقدسہ مین
اس امر کے اظہار کے لئے کوشش کرنا چاہتے ہین کہ عیسائیون
کا مسئلہ مسیح کے ابن اللہ ہونے کا غلط و نادرست ہے۔ مثلاً ۲ زبور
آیت ۷ کی اس عبارت کو کہ "تو میرا بیٹا ہے مین آج کے دن تیرا باپ ہوا"
بدلکر اس طرح پڑھتے ہین کہ تو میرا نبی ہے مین نے تجھے تعلیم دی ہے
مگر کوئی گنہگار آدمی ہو اوسکی ایسی کوشش الٰہی منجی کی نسبت جو
نجات دینے کی قدرت رکھتا ہے محض بے سود ہوگی کیونکہ قدیم
یہودی عالمون کی شہادت سے اور رسولون کی زبانی ہمکو معلوم
ہوا ہے کہ یہ الفاظ صرف خدا کے بیٹے اور منجی مسیح کی نسبت ہین
چنانچہ رسول نے بھی یہی دلیل پیش کی ہے "کیونکہ اوس نے
فرشتون مین سے کسکو کبھی کہا کہ تو میرا بیٹا ہے مین آج ہی تیرا باپ
ہوا" عبرانی ۱ باب ۵۔ مسیح کی ازلی ابنیت اس اعلیٰ اور مخصوص
معنی مین مقدس پولوس کے اعتقاد کی اوس وقت مین بنیاد
تھی جبکہ اوس نے کہا تھا کہ تو زندہ خدا کا بیٹا ہے (متی ۱۶ باب ۱۶)

اور اسی معنی مین خود مسیح نے خدا باپ سے اپنے شاگردون کے رشتے کے در میان تمیز دی یعنے کہ "مین اپنے باپ اور تمہارے باپ کے پاس جاتا ہون" (یوحنا ۲۰ باب ۱۷) کتب مقدسہ کی آیت مذکورۃ الصدر سے اور نیز بہت اور آیات سے جنکو ہمنے قلتِ فرصت کے باعث نقل نہین کیا ہے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ باپ کی الٰہی ذات سے ازلی اور غیر منفصل تولد و کلمہ یعنے یسوع مسیح ہمیشہ سے خدا کا اصلی اور صحیح بیٹا مراد ہے اور تولد کے اس مخصوص معنی مین کوئی کبھی خدا باپ سے نہین پیدا ہوا اور اسی مخصوص معنی سے مسیح خدا کا اکلوتا متولد بیٹا کہلاتا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم کہہ چکے ہین اس معنی کے ساتھ یہہ امر بھی ہمیشہ یاد رکھنا ضرور ہے کہ ابن کا لفظ ایسی جگہون مین اور مقامون سے بالکل مختلف المعنی ہے اور اسکو بھولنا نہین چاہیئے کہ "ازلی تولد" کا اطلاق خدا کے بیٹے کی نسبت لفظ "خلق" کے مفہوم سے بالکل مختلف ہے" بوجوہ۔

اول ڈاکٹر شیڈ صاحب کے قول کے موافق ازلی تولد غیر منفصل وجود خدا کی ازلی ذات کا ہے اور خالق کے معنی نیست سے نئی چیز پیدا کرنے کے ہین۔

دوسرے "ازلی تولد" وہی ہے جو ازلی ذات سے ہمیشہ سے ہے اور "خلق" مادۂ فانی کے پیدا کرنے کو کہتے ہین۔

تیسرے وہ جو ازل سے پیدا ہوا ہے پیدا کرنے والے کی ذات سے متحد ہے لیکن جو چیز خلق کی گئی ہے کسی اور ذات یا مادہ سے ہے اور خالق سے مختلف ہے۔

چوتھے "ازلی تولد" ضروری و جوبی ہے لیکن خلق امر ضروری نہین جیسے الوہیت کا ازلی و ابدی اور واجب الوجود ہونا ضروری ہے لیکن "خلق" کے مفہوم سے اس امر کی ضرورت نہین۔

پانچوین۔ ازلی تولد ماہیت قدیمہ مین ہمیشہ موجود اور زندہ رہنے کو کہتے ہین اور پیدا کرنا کسی فعل کے بالفعل واقع ہونے کو کہتے ہین اور اوس مین مخلوق کے عناصر کا موجود ہونا ضروری نہین ازلی تولد کا تعلق مطلقاً وجود وجوبی سے ہے کیونکہ تولد ماہیت سے مُراد افتراق یا علحدگی نہین بلکہ ماہیت کا مطلق تحقق مُراد ہے حتیٰ کہ بالفعل اور ازل سے بالقوہ ماہیت مستقلہ اور غیر منفصلہ کی ایک تمیز باپ سے ہے اور اوس تمیز کو خدائے واحد کا بیٹا یا اقنومِ ثانی کہتے ہین یہ بات ایسی ہے

جیسے مین اوپر لکھہ چکا ہون کہ ایک نہر کسی چشمے سے نکلی ماہیت اوسکی
وہی ہے جو چشمے کی ہے اور وہ اوس سے جُدا بھی نہین ہے تا ہم
چشمے سے جدا اوسکا وجود تصور کیا جاتا ہے تشریح صدر سے معلوم
ہوا ہوگا کہ لفظ "تولد" کا اطلاق خدا کے بیٹے مسیح کی نسبت خاص
معنی مین آیا ہے اور اسمین شک نہین کہ جب اوسکا اطلاق روحی
اور غیر محدود ذات پر ہوگا تو اوس کے معنے بھی بیچ اوس تولد سے
جسکا اطلاق جسمی و محدود ذات پر ہو ضرور ہی مختلف ہون گے
پر جب اس لفظ کا اطلاق الوہیت کے اقنوم ثانی پر ہوتا ہے تو
اوسکا استعمال حسب صدر کیا جاتا ہے خصوصاً اس وجہ سے کہ
یہ رشتہ یا امتیاز جو اب و ابن کے درمیان پایا جاتا ہے اوسکی
تعلیم پاک نوشتون مین موجود ہے لیکن جیسا کہ ہم اول کہہ
چکے ہین جب اس لفظ کا استعمال تمیز مذکورہ کے اظہار کیواسطے
ہوتا ہے تو اوس کے معنے اور مقامون سے جہان کہ کسی اور
مطلب کے معنون کا استعمال کیا جائے بالکل مختلف ہوتے ہین
الٰہی رشتہ جو روحی اور بعید و غایت ہے ایسا رشتہ ہے کہ باپ
اور بیٹے کے درمیان جو فطری علاقہ ہے وہ محض براے نام

اوس کے مشابہہ ہے مثلاً آدمی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ خدا کی
صورت پر پیدا کیا گیا ہے تو اس کے یہ معنے ہین کہ جہانتک اوسے
صفاتِ روحانیہ سے تعلق ہے یعنے بہ اعتبار صفتِ روحی کے
خدا کی صورت پر ہے ایسے ہی انسانی باپ اور بیٹے کی خاص
فطری محبت کو آلہی محبت اور رشتے سے جو الوہیت کے اقنوم
اول و ثانی کے درمیان ہے محض برائے نام تشبیہہ ہے ہم تسلیم
کرتے ہین کہ باپ اور بیٹے کا یہ آلہی رشتہ ایسا دقیق ہے کہ انسان
کی محدود عقل اوس کی دقیق اور اصل ماہیت تک نہین پہونچسکتی
با وصف اسکے ممکن ہے اور بہ تحقیق ایسا ہوا ہے کہ اس دقیق
آلہی مسلے کا عمق انجیل کے نور سے کچھ نظر آیا خود خدا کے کلام
مین اس امر کی صاف تعلیم موجود ہے کہ خدا کا بیٹا بہ اعتبار اپنی
ماہیتِ الہیہ کے باپ سے ضرور دوسرا ہے اور اوسی کلام آلہی
مین یہ بھی لکھا ہے کہ خداوندِ قدیم ہے تو اس سے ہم ہرگز ایسا
تصور نہین کرسکتے کہ وحدتِ آلہی مستلزم تعدد اور کثرت کو ہے
بلکہ یہ وحدت بیٹے اور باپ کی ایسی ہے کہ ماہیت کے اعتبار
سے کبھی اوس مین انفصال نہین ہوا اور نہ ممکن ہے۔

یہ الٰہی رشتہ یا تمیز صاف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا اسلیئے
کہ بیٹا ہے ایسی وجہ رکھتا ہے کہ اوسکا وجود باپ سے ہو بخلاف
اس کے باپ کے لیے کوئی وجہ نہین اوسکا وجود کسی دوسرے
سے ہو۔ ابنیت کے یہ معنی یوحنا ۵-۲۶ سے ایسی عبارت مین آئی
ہین کہ باپ پر اونکا اطلاق ہرگز نہین ہوسکتا ہے اسی وجہ سے باپ کی نسبت
یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ غیر متولد ہے لیکن بیٹے کی نسبت حسب مضمون کتب مقدسہ (یوحنا
۳ باب ۱۶) اکلوتے غیر متولد کا اطلاق کیا جاتا ہے چنانچہ رومی
۸ باب ۳۲ مین آیا ہے کہ اسی سبب سے مسیح خدا کا اکلوتا بیٹا کہلاتا ہے۔
جو کچھ کہ مین نے قبل ازین بیان کیا ہے اوس کا ذکر
مکرر بطور یاددہانی کے مناسب جانتا ہون اور وہ یہ ہے کہ الوہیت
مین بیٹے کا ہونا محض بہ اعتبار روحانیت کے ہے اور یہہ معنی
اسی لفظ کے اور معنی سے جو کسی اور متولد کے واسطے استعمال
کئے جاتے ہین کچھ مناسبت نہین رکھتے ہین وقت یا مدت کا
تعیّن بہی اون معنی کے ساتھہ ہرگز نہین ہے اور نہ ہوسکتا ہے
خدا کے بیٹے کا لفظ ضرور مستلزم اسی امر کو ہے کہ وہ متولد ہے
بلکہ یہ کہنا بہتر ہے کہ وہ ہمیشہ متولد ہے اسکی مثال ایسی ہے

جیسے نور کے شعاعین کہ ہمیشہ اپنے مرکز سورج سے نکلتی رہتی ہین
بیٹے کا وجود ہمیشہ سے خدا باپ کی ماہیت مین ہے اور ہم یہہ بہی
سمجہتے ہین کہ خدا بہ حیثیت باپ ہونے کے بیٹے سے کوئی ایسا
طبعی یا آلہی تعلق رکہتا ہے کہ دوسرے سے وہ تعلق اوسے نہین ہے
اسکو دوسری عبارت مین اس طرح کہنا چاہیئے کہ اوسی مین اور
اوسکی ذات سے مطلق شخصیت کا فرق دوسرے" مین" سے ہے
جیسے اپنے مثل عزیز رکہتا ہے۔ اگرچہ بعض کو میری یہ تقریر عجیب اور
فضول معلوم ہو لیکن محبت آلہی کی ازلی صفت کی نسبت کلام
آلہی کے مطالعہ اور غور و فکر سے سمجہ مین آتا ہے کہ یہہ سب تقریر
نہایت معقول اور خدا کی شان کے مناسب ہے کیونکہ اسمین
تو شک نہین کہ محبّت کے واسطے کسی شے کا ہونا ضروری ہے
تاکہ اوس کے ساتہہ محبت کی جاے۔ اور جس طرح محبت نفسہ
کامل ہے اسی طرح ضرور ہے کہ وہ شے بہی اعلیٰ قسم کی محبّت کے
لایق اور کامل ہو اور یہ بہی ضرور ہے کہ غیر محدود بہی ہو۔ اور
چونکہ ہم جسم کا وجود ازلی نہین فرض کر سکتے اسواسطے ہمین تمام
چیزون کی ابتدا کا ماننا لازم پڑا۔

لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ ازلی باپ ابتدائی پیدایش سے پہلے
کوئی شے معقول جو اوسکی محبت کے لایق ہوتی نہین رکہتا تہا
اس واسطے اوسنے مخفی ضرورت سے اپنی ذاتی حاجت پورا کرنی
اور اپنے لیے ایسی چیز مہیا کرنے کو جو بہمہ جہت کامل اور ازلی
نہین ہے جہان پیدا کیا - اگر ایسا نہ تہا تو ضرور ہے کہ ہمیشہ سے
خدا کے پاس کی چیز مخلوق سے اعلی اوسکی محبت نام کے واسطے
ہو بلکہ ایک شئے کا خدا کے عشق و محبت کے لایق ہونا مقتضی
اس امر کا ہے کہ وہ چیز ازلی اور ذاتی ہو یعنے یہہ ضرور ہے کہ
یا تو وہ ازلی مخلوق یا حقیقی و ازلی کلام یعنے یسوع ہو بہلا جب
انسان کی طبیعت کا یہ حال ہے کہ محدودات سے تسکین نہین
پاتی یہی چاہتی ہے کہ جو کچہ ہو بیحد وغایت ہو تو پہر خدا کی
طبیعت کیونکر ایسے محبوب سے خوش ہوگی جو فانی ہو اوس کے
لیے بطریق اولی ضرور ہے کہ اوسکا محبوب بہی ازلی ہو مسیح کی
ابنیت کی تعریف مذکورۃ الصدر سے یہ سمجہ مین آجاویگا اور
مین چاہتا ہون کہ سب اس امر کو یاد رکہین کہ ہمارا عقیدہ یہہ
ہے کہ مسیح بوجہ اس عجیب الٰہی رشتے یعنے ابنیت کے

زمانے مین موخر یا ماہیت مین کمتر تہا سچ یہہ ہے کہ محب ومحبوب مین
نہ محض برابری ضرور ہی بلکہ متحد فی الماہیت ہونا بہی نہایت ضرور ہے
جب کہ کتب مقدسہ کی عام عبرانی بول چال مین ابن آدم
آدمیون کو کہتے ہین تو بہ انصاف خوض وتامل کرنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ ابن خدا خاص اوس کو کہین گے جس کی ذات الٰہی ہو
پس صاف ظاہر ہے کہ ہمارا خداوند یسوع مسیح ماہیت مین کمتر
نہین تہا اور باپ بیٹے کا تعلق عین دلیل اس امر کی ہے کہ وہ
خود خدا تہا۔ یہہ کہنا بہی درست نہوگا کہ کوئی باپ اپنے بیٹے سے
پہلے موجود تہا کیونکہ جس کے کوئی لڑکا نہین ہے وہ باپ نہین
ہے یہہ غیر ممکن ہے کہ اولاد ہونے سے پہلے کوئی باپ ہو جائے
اور والدیت اور محبّت کو تثلیث کے اقنوم اول اور ثانی مین
ضروری تعلق فرض کر لیا جائے تو ظاہر ہے کہ ازل سے (گو
یہہ امر انسان کی سمجھ سے باہر ہو) ایک ضرور باپ ہے اور دوسرا
بیٹا حسب بیانِ صدر یہہ ضرور ہے کہ خدا کا بیٹا ماہیت مین باپ
کا شریک ہوا اور یہی وجہ ہے کہ جو صفات باپ سے منسوب ہین
وہی اوس سے بہی ہین مثلاً قدرت (یوحنا ۵ باب ۲۱) علم

(یوحنا ۲۱-۵-۲۶) دانائی (لوقا ۱۱-۶-۴۹) اور جتنی اور صفات ہین سب دونون سے منسوب ہین ہم دیکھتے ہین کہ اسی سبب سے جو کام باپ کے ہین وہی وہ بھی کرتا ہے مثلاً گناہون کا معاف کرنا (متی ۶-۲) آدمیون کا زندہ کرنا اور انصاف کرنا (یوحنا ۵-۲۱-۲۲) اور جو عزت وتعظیم باپ کی ہے اوسی کا مدعی وہ بھی ہے (یوحنا ۵-۲۳ اور ۱۹-۱۰ اور متی ۲۸-۱۹) یہ سچ ہے کہ بہ حیثیت بیٹا ہونے کے وہ باپ کا تابع ہے (یوحنا باب ۱۹) لیکن یہ تابع ہونا بھی ایسے ہی مخصوص معنی مین ہے جیسے باپ و بیٹے کا رشتہ مخصوص معنے مین ہے انسانی باپ اور بیٹے کے رشتے سے مختلف ہے یہ اس قسم کا اتباع نہین ہے جسکے یہ معنے ہون کہ بیٹا باپ سے کسی طرح حیثیت مین کمتر ہے یا اوس کی ماہیت باپ سے کچھہ بھی مختلف ہے حقیقت یہہ ہے کہ جب انسانی باپ اور بیٹے کے رشتے مین بیٹے کا باپ کے تابع وار ہونے سے کچھہ یہ مراد نہین ہوتی کہ بیٹا باپ سے کسی طرح کمتر ہے تو خدا کا بیٹا باپ کے برابر کیونکر تصور نہ کیا جائے مسیح نے اپنی زبان سے بھی آپ کو خدا بدین وجہ کہین نہین کہا کہ وہ باپ کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ اوس نے آپکو باپ کا

خادم ظاہر کیا اپنی عزت نہین ڈہونڈہی لیکن اوسکی رسالت وغیرہ
کے یہہ معنی نہین ہین کہ باپ کچہہ اوس سے اعلی یا افضل یا وہ بیٹے
پر کچہہ حکومت رکہتا تہا باپ اور بیٹے کے درمیان خدا ہونے کے
سبب سے محبت کامل اور بعید و غایت تہی - اسیواسطے ضرورت کہ
ایک کے مفید مقصود پر دوسرے کا بہی اتفاق ہو یعنے جیسے بیٹا
دنیا مین ظاہر ہونے کو راضی تہا ویسے ہی باپ کی مرضی یہہ تہی کہ
اوسے بہیجے دونون کی مرضی ازل سے واحد تہی دوسرے باوصفیکہ
کفارہ کے بڑے کام کے پورا کرنے کے لیئے مسیح خادم کی صورت
بنا مگر اوس کے ساتہہ ہی یہ بہی ہے کہ اوس نے تہوما کو (یوحنا
۲۰ باب ۲۸) اور نیز پولوس و یوحنا کو (رومی ۹ باب ۵-۱-۱۳-
یوحنا ۱-۵- اپنی ایسی اطاعت کرنے سے جیسے خدا باپ کی کرتے
ہین منع نہین کیا یہی سبب ہے کہ الوہیت کا سارا کمال اوسمین
مجسم ہو رہا (کلسیون ۲ باب ۹) عہد عتیق مین خدا کا نام یہودا ہ
جو آیا ہے وہ مسیح پر بہی بلا تخصیص صادق آتا ہے پس تمام کتب
مقدسہ مین نہ فقط یہی تعلیم ہے کہ ہم اوسے خدا کی مانند کہین بلکہ
خدا بہی جانین اور نہ صرف عام طور پر اوسکی الوہیت کا اقرار کرین

بلکہ یہہ عقیدہ کہین کہ اوس مین کامل الوہیت تہی اور نہ فقط صفات
الٰہیہ اوس مین تہین بلکہ بہ اعتبار ماہیت کے خدا تہا۔ اسیواسطے
جو کچہہ خدا کی نسبت کہا جاتا ہے وہ سب بلا تخصیص بیٹے پر بہی صادق
آتا ہے (یوحنا ۱۰ باب ۱۰) اور کوئی وجہ نہین کہ اوسکے شاگردون
کی یگانگت کو جو مسیح نے دعا مین طلب کی تہی باپ کی یگانگت سے
برتر تصور کرین۔ بیٹے کا روحی رشتہ باپ سے بطور اصل کے ہے
اور اوس کے لوگون کی یگانگت بطور نمونہ کے ہے چنانچہ وہ خود
ہمین اجازت دیتا ہے کہ ہم اوسے اور خدا باپ کو ماہیت کے اعتبار
سے ایک جانین۔ یہہ نتیجہ خودبخود یوحنا کے عمدہ کلام سے (یوحنا
۱۰ باب ۳۰) جو اوس نے خدا و مسیح کی قدرت کے واحد ہونے
کے باب مین فرمایا ہے نکلتا ہے۔ اور جن آیات مین بیٹے نے
خود آپ کو باپ کا تابع ظاہر کیا ہے (یوحنا ۵ باب ۱۹) اونکا اس
بیان کے مخالف ہونا تو درکنار رہا ہم کو اور زیادہ موقع ایسے
اعتقاد کا ملتا ہے کہ پہر کیون آپ کو خدا کہتا ہے درحالیکہ ایسے بڑے
معزز آدمی کی زبان سے بہی محض بیجا اور کفر معلوم ہوگا۔ درباب
اس الٰہی رشتہ کے جو باپ اور بیٹے کے درمیان تہا (اور جلسیا

کہ ہم کہہ چکے ہین کہ اوس سے ہمارے یہ معنے ذرا بہی نہین ہین کہ بیٹا باپ سے زمانہ کے اعتبار سے موخر ہو) ہم یہی کہتے ہین کہ اس کی کچہہ ابتدا نہ تہی بلکہ ازل سے تہا۔ خود خداوند مسیح کا قول (یوحنا ۸ باب ۵۸۔ اور ۱۷ باب ۵۔ ۲۴+ اور یوحنا ۱ باب ۱۔ اور عبرانی ۱۲ باب ۱۳+ اور گلاتیون ۱ باب ۱۷) اور بہت اور مقامات مین اس بات کی کافی دلیل ہے۔ مسیح کے وجود سے پہلے کسی وجود کا ماننا ایسے ہی بیوجہ ہوگا جیسے پیدایش سے پہلے جبکہ نہ سورج نہ چاند تہا نہ ستارے تہے نہ کوئی چیز یا حالت تہی زمانہ کا وجود تصور کیا جائے کیونکہ زمانہ کے خیال کا وجود بہی پیدایش سے قبل محال ہے اور چونکہ ہمیشگی یعنے قدم مین کوئی تعیّن آج یا کل نہین ہے اسواسطے اوس مین زمانہ کا تصوّر بہی محال ہے۔

پس اس طرح خدا کے ازلی بیٹے کی نسبت مسیحیون کے اعتقاد کی تہوڑی سی تشریح کرنے کے بعد اب مین یہہ بتاؤن گا کہ پاک تثلیث کے تیسرے اقنوم یعنے روح القدس کے باب مین ہمارا کیا عقیدہ ہے۔

چوتھا باب

روح قدس کے بیان مین

میتھو دست اپسکوپل کلیسیا کا عقیدہ روح قدس کے بارہ مین یہہ ہے کہ روح قدس باپ اور بیٹے سے نکلتا ہے اور باعتبار ذات اور شوکت وجلال کے باپ اور بیٹا اور وہ واحد اور ازلی وابدی خدا ہے ۔ یہی راے اور اعتقاد کل دیندار مسیحی کلیسیاؤن کا ہے ۔ اتھنسی عقیدہ والونکا اعتقاد بھی بالفاظ مختلف یہی ہے کہ روح قدس اور باپ اور بیٹا ایک ذات ہین اور یہہ کہ وہ غیر مخلوق اور ازلی وابدی وقادر مطلق اور شوکت و جلال مین برابر اور باپ بیٹے سے نکلتا رہتا ہے ۔ قبل اس سے کہ اگلے بزرگون کے وقتون مین کلیسیاؤن نے عقائدنامے بنائے روح قدس کے باب مین جو رائین بالفعل ہین وہی اگلے عیسائیون مین بھی تھین اور وہ آج کل کی طرح دعوی کرتے تھے کہ کتاب مقدس کی تعلیم ایسی ہی ہے خداوند یسوع مسیح کے شاگردونے

باپ اور بیٹے اور روح قدس کے نام سے بپتسمہ پاتا تھا کلیسیائی دن
مین تینون کے نام سے دعائین مانگین جاتی تھین قدیم عیسائی
عالم اس سے واقف تھے کہ پرانے زمانے کے لوگون کے لئے
جبتک کہ باپ محض خدا تھا شریعت کی حکم عدولی پر بغیر قہر و غضب
الٰہی نازل ہونے کے کوئی صورت خلاصی کی نہین تھی مسیح خدا کا
بیٹا تھا جس نے آدمیون کے گناہون کے عوض اپنی موت سے
خدا کی عدالت کو پورا کیا - اور روح قدس کی ذات الٰہی اقنوم
ثالث ہے جو ہمین یسوع مسیح کے وسیلے سے خدا تک پہونچاتا ہے
پس دربارۂ رشتہاے الوہیت راے مذکورۃ الصدر کی تائید
مین بیبل کی تعلیم موجود ہے جو تعلقات ہر اقنوم کو اہم ترین مقاصد
نجات انسان سے ہین اونکا حال بیبل سے معلوم ہو جاتا ہے
خداے تعالےٰ نے اپنی کمال رحمت سے بیٹے کو ہماری شفاعت
کیواسطے بھیجا یسوع مسیح کو انسان کے حق مین بے بہا نعمت
کہتے ہین بیٹا دنیا مین پاکیزگی کی تعلیم دینے اور اوسکا نمونہ دکھانے
کو ظاہر ہوا اور اپنی موت سے تمام دنیا کے گناہونکا کفارا
ہو کے شفاعت کے واسطے آسمان پر چڑہ گیا - لیکن روح قدس

نظم نجات کا ضرور سبب ہے گویا کہ ایک عامل ہے کہ ہر وقت نجات
کے بندوبست پر مسلط رہتا ہے اوس کے کام بیشمار ہین۔اور
جو تعلق اوسے روح انسانی سے ہے وہ باپ یا بیٹے کو نہین ہے
فی الحقیقت روح قدس کا خاص کام خدا کی طرف متوجہ کرنا
ہے اور یہہ امر باطن سے تعلق رکھتا ہے۔روح قدس روح
کی خراب اور مُردہ حالت کو بدل ڈالتا اور انجیل کی خوبیان دل پر
منقش کرتا اور دل کو خانۂ اتقا بناکر گذرگاہِ خدا کرتا ہے۔باپ اور
بیٹے اور روح قدس تینون کے نام مذکورۂ بالا کتبِ مقدسہ مین
مفصلاً مسطور ہین اور قدیم عیسائی اوسے مانتے رہے اور عیسوی
تجربے اور کلیسیا کے دستور کے تمام مقاصد کے واسطے کافی
تصور کیے جاتے تھے لیکن افسوس چند عرصے سے نفاق کی آگ
مشتعل ہوئی۔بڑے بڑے دینداروں اور عالمون کے دلون
مین طرح طرح کے شبہات پیدا ہوئے اور تاریکی نے جگہ کی۔باپ
سے پہلے بیٹا ہوا وہ اوسکی سب مخلوق سے بڑا ہی اور روح القدس
بیٹے کی مخلوق ہے یعنے مخلوق کی مخلوق ہے اور بیٹے کی مخلوق
لیکن سب سے بڑی روح القدس ہے بہتیرون نے سمجھا کہ

خدا اور روح خدا ایک ہی چیز کے دو نام محاورہ کے طور پر آئے
ہین بعضون نے کہا کہ روح قدس اور بیٹا ایک ہی بات ہے
بعضون نے خصوصاً سوشینس صاحب نے یہہ تعلیم دی کہ روح
قدس خدا کی محض ایک صفت یا قدرت کا خاص ظہور ہے غرض
الحاد کی اول صورت کی تعلیم یعنے روح قدس بیٹے کی مخلوق ہے
فرقے ارئیس نے کی اسپر طرح طرح کے مباحثے اور جھگڑے
اوٹھے جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ سنہ ۳۲۵ عیسوی اور سنہ ۳۸۱ عیسوی مین
نایس کی کونسل منعقد ہوئی اور کلیسیاء مسیحی کے تمام بزرگ عالمون
نے بڑی تحقیق سکے بعد روح القدس کی مسئلے کو مقرر کیا اور
جہانتک کہ اوسے تثلیث والوہیت وشخصیت سے تعلق ہے اوسکو
آجتک مسیحی کلیسیا کے لوگ برابر مانتے چلے آئے ہین۔

روح قدس اقنوم ہے

ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ روح قدس ایک اقنوم ہے اقنوم وشخص
کا اطلاق ایسی ذات پر ہوتا ہے جو فاعل بالارادہ ہو اور اوسکی
واسطے شخصی وقوف اور عقل اور خودمختاری ضرور ہے شخص وہ ہے

جو کہہ سکے کہ "مین" اور "تو" اور "وہ" اور "مجھے" اور "میرا" اور "اپنا"
یعنے جو گفتگو فہم کے متعلق ہے اوس کے واسطے ضمائر شخصی کا
استعمال ضرور ہے یعنی یہ کلمات یا ضمائر استعمال مستلزم تشخصیت اور فعل ارادی کا ہے
دوسرے اسمین بھی شک نہین کہ کتب مقدسہ مدعی اقنومیت روح قدس
ہین اور جن کتب مین اقنومیت کی تعلیم ہے اونہین مین
الوہیت کی بھی تعلیم ہے اور اس مین توکچھ بحث نہین کہ اگر
کتب مذکورہ مین روح حق کا ذکر ہے تو اوسمین خود خدا کا بھی ذکر ہے اگر اوسمین
یہ لکھا ہے کہ روح یہ کام کرتی ہے اور وہ کام کرتی ہے تو اوسمین یہ بھی
ہے کہ خدا ایسا کرتا ہے اور ایسا کرتا ہے۔ کتب مقدسہ مین صریح تعلیم ہے کہ روح
قدس ایک اقنوم ہے اگرچہ باپ اور بیٹے سے جدا نہین ہے
مین تسلیم کرتا ہون کہ کتب مذکورہ کے بعض مقامات مین روح
کا لفظ مجازاً استعمال کیا گیا ہے یعنے بعض باتین روح کی نسبت
ایسی بھی آئی ہین کہ اونہین شخص مستقل سے نہین منسوب
کر سکتے ہین ہمارا یہہ دعوی نہین ہے کہ روح قدس یا روح
خدا کا لفظ جس کے معمولی معنے اقنوم کے ہین ہمیشہ اقنوم ہی
کے معنون مین آتا ہے لیکن جہان کہین کوئی بات روح کی

نسبت اس طرح منسوب کی گئی ہے جیسے شخص مستقل یا اقنوم سے کیجاتی ہے تو ہم ضرور یہہ نتیجہ نکالین گے کہ روح قدس ایک اقنوم ہے۔ یہ سچ ہے کہ استعمال استعارات مین بعض بیجان چیزون کو اس طرح سے ذکر کیا ہے کہ گویا دے موصوف بہ اوصاف شخصی ہین لیکن ہر موقع پر استعارے کی صورت مجاز وحقیقت کو صاف تبلاتی ہے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہان لفظی معنے مراد ہین اور دہان مجازی جہان ضمایر شخصی کا استعمال لفظی معنون مین ہے اور اوصاف شخصی مذکور ہین دہان محاورے کی حقیقت کو پہچانتے ہین کہ آیا مجازی ہے یا حقیقی کچھ دقت نہین پڑتی ہے کتب مقدسہ کے بعض مقامات مین روح قدس کی نسبت محاورہ کا استعمال مقتضی اس فرضیت کا ہو سکتا ہے کہ روح مذکور محض بہ معنی قوت فاعلہ کے ہے مثلاً کہین لکھا ہے کہ "اونڈل پڑا" اور کہین آیا ہے کہ روح قدس اوترا" اور کہین ہے کہ "ہوا کی طرح چلا" کہین لکھا ہے کہ لوگون نے روح قدس سے بپتسمہ پایا پس اگر روح کا لفظ محض بہ معنی مجاز آتا تو اوسکا اقنوم ہونا باطل ہو جاتا اور بیشک اوس صورت مین اوسے مسیحی کلیسیا کا مسئلہ قرار نہ دیتے۔ لیکن چونکہ بعض مقامات مین اوصاف شخصی بہ صراحت

اوس سے منسوب کئے ہین اسواسطے اون مقامات کا سمجھانا جہان
کہ مجازی معنی ہین اور مجاز وحقیقت کا فرق بتانا ضرور ہوا مثلاً ان
دو مقامون سے کہ روح قدس کو رنجیدہ مت کرو اور روح کو مت
بجھاؤ ظاہر ہے کہ اول حقیقی معنون مین ہے اور دوسرے مین
مجازی معنے مراد ہین کیونکہ روح کا تصور نہین ہوسکتا ہے لیکن یہ
خیال مین آتا ہے کہ روح کے دل ہو جسپر رنج گذرتا ہو جبکہ عقاید نامے
مین باپ اور بیٹے اور روح قدس تینون کے جدا جدا نام لکھے
ہین اور باپ اور بیٹے کو سب علی الاتفاق جدا اقنوم قرار دیتے ہین
تو پھر کوئی وجہ نہین کہ روح قدس کا نام جدا رکھین اور اقنوم
نہ کہین عقل یہی چاہتی ہے کہ ہم اوسے تیسرا اقنوم مانین محض صفات
یا قدرت نہ کہین ایسا فرض کرنا خلاف عقل ہے کہ کسیکو فقط قدرت
یا وصف کے نام سے بپتسمہ دیا جائے اگر ہم فرض کرین کہ روح محض
تاثیر ہے تو لازم آئے گا کہ اوسکے واسطے کوئی موثر ضرور ہے وہ خود
نہین اثر کرسکتی ہے اور جب تک اوسکا کوئی موثر نہو تب تک اوسکا
وجود مطلق نہین ہوسکتا - اگر کہا جائے کہ وہ صرف ایک وصف ہے
کوئی ذات نہین ہے تو یہ کہنا ایسا ہے کہ اوسکا وجود حقیقی

نہین ہے کیونکہ محض ذات نہین ہو سکتی ہے بلکہ وہ تو بہت سے
اوصاف مین سے جنکا نام ذات ہے ایک وصف ہے ہم اس
جہان مین کسی چیز کو موثر نہین کہہ سکتے جب تک کہ اوسکا وجود
فرض نہ کرین اس سبب سے روح قدس کی نسبت یہہ کہنا کہ
وہ موثر ہے یا فلان کام کرتی ہے یا عبادت قبول کرتی ہے محض
حماقت ہوگا جب تک کہ اوسے ایک وجود فاعل فرض نہ کرلین - ہمین
اپنے عیسوی ایمان سے اس امر کا یقین ہے کہ روح قدس کا وجود
حقیقی ہے لیکن عقل و ایمان سے یہہ نہین معلوم ہو سکتا ہے کہ محض
ایک وصف کل ذات سے بطور حقیقی وجود کے کیونکر جدا کیا جائے
اور ممتاز ہوئے بدینوجہ روح قدس کی نسبت درحالیکہ ہم اوسکے
نام سے بپتسمہ پاتے ہین ایسا ادعا کہ وہ محض وصف خدا ہے
عین حماقت معلوم ہوتی ہے روح خدا کی نسبت ہمین اپنی طرف
سے قیاس لگانے کی ضرورت نہین ہے جبکہ خدا کا کلام جو روح
کی مدد سے نازل ہوا ہے صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایک اقنوم
ہے اس کتاب کے آخر باب مین اس امر کو ہم بخوبی ثابت کردکھاینگے
انشاء اللہ -

روح قدس باپ بیٹے سے نکلتا ہے

کُتب مقدسہ سے و نیز عیسوی عقائد نامے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ روح قدس باپ اور بیٹے سے نکلتی رہتی ہے یعنے جیسے مسیح ازلی تولد سے خدا ہے ایسے ہی روح قدس باپ بیٹے سے نکلتی رہتی ہے اوسے نہ کسی نے بنایا نہ پیدا کیا نہ جنا۔ ذات عظمت وجلال کے اعتبار سے روح قدس اور باپ اور بیٹا تینون ایک ہین اور تینون ازلی و ابدی خدا ہین۔ جیسے آدمی کی سانس ہمیشہ نکلتی رہتی ہے پہر بہی اوس سے جُدا نہین ہے ایسے ہی روح قدس باپ اور بیٹے سے نکلتی رہتی ہے پہر بہی کبہی اوس سے جُدا نہین۔ ہم یہ نہین کہتے کہ ہماری یہ مثال روح قدس کے باپ اور بیٹے سے نکلنے کی پوری مثال ہے تاہم اوس لفظ کے اصلی معنے پر مبنی ہے جو روح قدس کے اظہار کے واسطے استعمال کیا جاتا ہے یعنے "روح" "اخ" اور "نما" جسکا ترجمہ نفس اور دم ہے۔ پس کچہہ تعجب نہین کہ "دم" اور "نفس" تثلیث کے اقنوم ثالث کے واسطے اوسی طرح آیا ہو جیسے بیٹے کا لفظ اقنوم ثانی کے لئے تاکہ اوس فرق کی طرح جو روح قدس اور بیٹے مین ہے اور روح قدس اور

باپ مین سے ہے دلالت کرے - یہہ راے ہمارے خداوند یسوع مسیح
کے اوس قول وفعل پر مبنی ہے جو اوس نے اوسوقت کہا اور کیا جبکہ
اپنے شاگردون پر روح قدس نازل کی "اور یہہ کہکے اوس نے اونپر
پہونکا اور اون سے کہا کہ تم روح قدس لو" (یوحنا ۲۰ باب ۲۲) اگرچہ
کتب مقدسہ مین صاف نہین لکھا ہے کہ روح القدس دونون سے
یعنے باپ اور بیٹے سے نکلتی ہے مگر عہد جدید کے اکثر مقامات سے ضمناً
ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو محاورات روح کی نسبت بہ تعلق باپ
کے لکھے ہین وہی اوسی روح کی نسبت بہ تعلق بیٹے کے لکھے ہین
اسواسطے جو تعلق روح القدس کو باپ سے قرار دیا جاتا ہے وہی
بیٹے سے بہی دیا جایگا - اور یہہ امر کہ روح قدس باپ سے نکلتی ہے
صاف مذکور ہے خصوصاً خود مسیح نے یوحنا ۱۴ باب ۲۶ آیت مین فرمایا
ہے کہ "لیکن وہ تسلی دینے والا جو روح قدس ہے جسے باپ میرے
نام سے بہیجے گا وہی تمہین سب چیزین سکہلاویگا اور سب باتین جو
کچہہ کہ مین نے تمہین کہی ہین تمہین یاد دلایگا" روح قدس کو خدا کی
روح اور باپ کی روح اس لئیے لکہا ہے کہ وہ باپ سے نکلتی ہے -
مثلاً متی ۱۰ باب ۲۰ - آیت مین ہے کہ "کہنے والے تم نہین ہو بلکہ

تمہارے باپ کی روح جو تم مین بولتی ہے" اور پہر پولوس رسول نے روح القدس کو خدا کی روح فرمایا ہے" خدا کی روح کے سوا خدا کا احوال کوئی نہین جانتا" (۱ قرنتی ۲ باب ۱۱) لیکن روح کو بیٹے کی روح بہی کہتے ہین کیونکہ یہ بہی لکہا ہے کہ باپ نے بہیجا اور یہ بہی لکہا ہے کہ بیٹے نے بہیجا "اسلئے کہ تم بیٹے ہو خدا نے اپنے بیٹے کی روح تمہارے دلون مین بہیجی جو ابّا یعنے اے باپ پکارتی ہے" (گلاتی ۴ باب ۶) "جس مین مسیح کی روح نہین وہ اوسکا نہین" (رومیون ۸ باب ۹) "وے اوسکی تحقیق مین تہے کہ مسیح کی روح جو اون مین تہی جب مسیح کی بابت اوس کے دکہون کی اور بعد اون کے اوس کے جلال کی آگے گواہی دیتے تہے کس زمانہ یا کس طرح کے زمانہ کا بیان کرتی تہی" (۱ پطرس ۱ باب ۱۱) اور فلپی ۱ باب ۹ مین ہے" اور مین یہہ دعا کرتا ہون کہ تمہاری محبّت ودانائی کمال شعور کے ساتہہ زیادہ بڑہتی چلی جاوے" پس اگر روح قدس باپ کی روح اس سبب سے کہلاتی ہے کہ وہ خدا سے نکلتی ہے تو اوسکا نتیجہ یہہ ہوگا کہ چونکہ وہ روح بیٹے کی روح بہی کہلاتی ہے اس سبب سے بیٹے سے بہی نکلتی ہے اور کلیسیا کا یہ عقیدہ کہ روح قدس بیٹے سے ایسے ہی نکلتی ہے جیسے

باپ سے نہایت درست ہوگا۔ مگر جیسا کہ ہم بیٹے کے تولد کی نسبت
اوپر ذکر کر چکے ہین ایسے ہی روح قدس کے نکلنے کی نسبت کہتے ہین
کہ یہ نکلنا ایسا نکلنا نہین ہے جو لفظ نکلنے کے عام معنے سے مفہوم
ہوتا ہے۔ یعنے جس مراد سے نکلنے کا اطلاق روح قدس کی نسبت
کیا جاتا ہے وہ خاص مراد لفظ نکلنے سے اچھی طرح نہین ظاہر ہوتی
ہو۔ جب ہم کہتے ہین کہ روح باپ اور بیٹے سے نکلتی ہے تو اوس سے
ہمارا مطلب فقط اسیقدر ہوتا ہے کہ کتب مقدسہ مین اقانیم ثلاثہ کا
فرق اسی طرح بتایا گیا ہے روح قدس کے نکلنے کا حال جاننے کوئی
کامل طور سے معلوم کر سکے تو ہرگز ممکن نہین کیونکہ کل امور متعلق وجود
باری علم انسانی کے حیطے سے باہر اور فہم انسانی سے برتر ہین
ہم روح قدس نکلنے کی نسبت اس سے زیادہ جاننے کا دعوے
نہین کرتے جتنا بیٹے کے جاننے کا کرتے ہین ہم دونون کی حقیقت
کو اوس سے زیادہ نہین پہچان سکتے جتنا کہ بایبل مین لکھا ہے کہ بیٹا
باپ سے متولد ہے اور روح باپ اور بیٹے دونون سے نکلتی ہے
اور یہ دونون خدا ہین۔ لیکن ایک کو بغیر دوسرے کے خدا ے واحد
نہین کہہ سکتے ہین۔ خدا کے کلام مندرجہ ۲ قرنتی ۱۰ باب ۱۱ سے

ہم یہہ نتیجہ نکال سکتے اور قیاس لگا سکتے ہین کہ روح قدس کو الوہیت
سے وہی تعلق ہے جو کسی آدمی کی روح کو اوس آدمی سے ہے۔
اگر آدمی اپنی ہی روح کی نسبت اس سے زیادہ نہین جانتا کہ وہ
روح ہے تو پہر روح قدس کی نسبت اس سے زیادہ کیونکر جان سکتا
ہے کہ وہ خدا کی روح ہے۔ روح قدس خدا کی مصلحت و انتظام
کو خوب جانتی ہے کیونکہ وہ خدا کی صفات بغایت کو خوب پہچانتی ہے
اور یہہ پہچاننا ایسا فعل ہے کہ اوسے خدا کی صفت بغایت کا منشا کہنا
چاہیئے اور یہہ فعل بالتخصیص روح القدس کا ہے گویا کہ روح اوس کا
موضوع ہے خدا مین جو اعلیٰ قسم کی واقفیت اور کامل علم بالوجوب
رکہتا ہے اس سے زیادہ اور کچہہ نہین ظاہر ہو سکتا کہ اوسکی ازلی
و ابدی ذات مین ایک بعید و غایت قوت علمی ہے جو کبھی زایل
نہین ہوتی جیسے آدمی مین ایسی ہی خدا مین روح قدس ایک
شخصی محرک یا ایک اقنوم ہے جس سے وہی فقط آپ کو اس طرح
دیکہہ بہال سکتا ہے کہ کوئی دوسرا نہین دیکہہ سکتا۔ لیکن خدا
کے علم کی نسبت کوئی کسی طرح یہ نہ سمجھے کہ وہ کسی وقت بیخ مین
بہی تہا یہان پر ہمیشگی مراد ہے خدا بالکل روح ہے لیکن پہلو اوس کے

قول کے مطابق اوسی مین روح القدس ہے جس سے وہ اپنی ذات
کو کامل طور پر پہچانتا ہے جیسا کہ ہم اشارہ کر چکے ہین۔
روح قدس خدا کی ذات اور شوکت مین باپ اور بیٹے کی
شریک ہے۔ بیٹا خدا باپ کا ظہور ہے اور روح قدس خدا کی باتین
آدمی کے دل مین ڈالتی ہے۔ روح قدس کو الوہیت سے وہی یقینی
تعلق ہے جو روحِ انسانی کو آدمی سے ہے۔
اور جیسے مجرد روحِ انسان پر کل انسانیت کا اطلاق نہین
ہوسکتا ایسے ہی مجرد روحِ قدس کو خداے واحد نہین کہہ سکتے ہین۔
مکاشفہ اور الہام باپ کی طرف سے روح مین ہی ہے۔ اوسی کے
وساطت سے باپ اور بیٹا ایماندارون کے دلون مین سکونت
کرتا ہے اور اسی نظر سے مرقس ۳ باب ۲۹ مین آیا ہے کہ روح
کی نسبت کفر بکنا ایسا گناہ ہے کہ جسکی ابد تک معافی نہین۔ اب ہم
اس موقع پر چند دلایل جسپر مسئلے مذکورہ الوہیت روح القدس
مبنی ہے مختصراً بیان کرتے ہین۔
اولاً۔ کتبِ مقدسہ مین صفات الٰہیہ کو روحِ قدس سے
منسوب کیا ہے مثلاً علم (۱ قرنتی ۲-۱۱) حکومت (۱ قرنتی ۱۲-۱۱)

ہمیشگی (عبرانی ۹ باب ۱۴) قدرت جیسے پیدا کرنا (زبور ۳۳-۶-وغیرہ) یا نئی پیدائش بخشنا (یوحنا ۳ باب ۳-۸) یا الہام کی جسکی مدد سے کتب مقدسہ لکھی گئیں ۲ تمطاؤس ۳ باب ۱۶ وغیرہ-

پس جس مین یہ صفت ہون گی وہ ضرور خدا ہوگا کیونکہ یہ ایسی صفات ہین کہ اونکا متحقق بجز ذات باری کے دوسرے مین محال ہے اور جس کسیکی ذات مین الوہیت نہین ہے وہ کسی نہج موصوف بہ صفات مذکورۃ الصدر نہین ہوسکتا اور چونکہ روح القدس کا موصوف بہ صفات الہیہ ہونا کہ تعبیر اوس سے حاضر و ناظر اور قادر مطلق اور عالم الغیب ہونا وغیرہ ہے ایسے ہی درا وسیقدر پایۂ ثبوت کو پہونچتا ہے جسقدر خدا باپ کی نسبت پہونچتا ہے۔ لہذا ایسا نتیجہ نکلتا کہ روح القدس فی الحقیقت خدا ہے نہایت ضروری ہے

ثانیاً جو کام مخصوص خدا سے ہین اور جنکی جہت سے ہمین اوسکی اطاعت و بندگی اور اوسکا خدا جاننا فرض ہے وہی کام اگر کسی اور ذات سے بھی منصوب ہون تو وہ ذات ضرور بالضرور خدا ہوگی کیونکہ تمام اشیا کی تاثیرات کا وجود بھی اوسی ذات سے ہوتا ہے جس سے اون اشیا کا وجود ہوتا ہے۔ اسواسطے اگر تاثیرات مذکورہ فی الحقیقت افعال الہیہ ہین یعنے بجز خدا کے اور کسی سے اونکا وقوع نہین ہے

تو لازم آئیگا کہ جس ذات سے اون تاثیرات کا ضرور یا اون افعال کا ارتکاب ہوتا ہے وہ بلاشبہہ خدا ہے لیکن اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ جو افعال سزاوار شانِ ایزدی ہین جنکی وجہ سے خدائے تعالیٰ ہم بندون کو حکم کرتا ہے کہ اوسے خدا جانین اور جو طاعت وعبادت مناسب اوسکی شانِ ایزدی کے ہے بجالاوین وہی کتب مقدسہ مین روحِ قدس سے منسوب کیئے ہین مثلاً پیدا کرنا اور مخلوق کی حفاظت اور معجزات دکھانے کی طاقت عنایت کرنا رحمت وقدرت کی کام یقین لانے والون کے دلون مین ظاہر کرنا اور اسی طرح کے بہتیرے افعال روحِ قدس کی نسبت کتب مقدسہ مین آئے ہین اس لیے بغیر مزید بحث کے کہ مناسب مقام نہین ہے ضرور ہے کہ ہم ایسا نتیجہ نکالین کہ روح القدس یا روح خدا ایک اقنومِ الٓہی ہے فی الحقیقت اور بوجہ اسکے اور سچا اور زندہ خدا ہے لیکن یہہ نہین کہہ سکتے کہ روحِ قدس باپ ہے کیونکہ کتب الہامیہ سے اون کا تمیز فی الاقنوم ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ متحد الذات ہونا ۔ جو باپ سے نکلتا ہے باپ نہین ہے کیونکہ یہہ تو محال ہے کہ کوئی اپنی نفس کو اپنے ہی نفس سے پیدا کرلے لیکن روح القدس جیسا کہ ہم

ظاہر کرچکے ہین باپ ہی سے نکلتا ہے (یوحنا ۱۵ - باب ۲۱) اسواسطے اوسکا باپ ہونا امکان سے باہر ہے -

اور اسی وجہ موجبہ سے روح القدس پر اطلاق "ابن" کا غیر ممکن ہے - کیونکہ یہ اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ بیٹے نے بھی روح قدس کو بھیجا ہے - اور نیز اسوجہ سے روح قدس بیٹا نہین ہو سکتا کہ اوسنے بیٹے کی چیزون مین سے پایا اور اوس پاتے سے بیٹے کی بزرگی کی - (یوحنا ۱۵ باب ۲۶ اور ۱۶-۴ ۱) پس روح قدس بیٹا نہین ہے کیونکہ جو کوئی اوس چیز مین سے پاوے جو بیٹے کی ہے اور اوس پانے سے بیٹے کی بزرگی بڑہے وہ خود ہرگز اوس حیثیت سے بیٹا نہین ہو سکتا اگر ایسا ہو تو لازم آئیگا کہ اوس نے اپنی چیز کو اپنی ذات سے پایا اور اوس پانے سے اپنی ہی بزرگی کی - دوسرے جسکی آمد بیٹے کی روانگی پر موقوف ہو وہ بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے - اگر ایسا ہو تو کون اس لیے گیا تھا کہ اوسے بھیجے لیکن یسوع بیٹے نے آسمان پر جانے سے قبل رسولون سے فرمایا کہ تمہارے لیے میرا جانا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر مین نہ جاؤن تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آویگا پر اگر مین جاؤن تو مین اوسے تم پاس بھیجدونگا یوحنا ۱۶ باب ۷ -

پس دلایل مذکورۂ بالا سے بجز اسکے اور کچھہ نتیجہ ہم نہیں نکال سکتے
کہ روح قدس ایک اقنوم ہے جو باپ اور بیٹے سے نکلتا ہے یا بمحاورۂ
دیگر یہ کہیں کہ الوہیت کا اقنوم ثالث ہے اس سے کوئی منکر نہیں کہ
باپ خدا ہے اور چونکہ روح قدس کے وہی ذات وصفات ہین جو
باپ کے ہین اور جو افعال روح سے سرزد ہوتے ہین اونکا امکان
بجز ایسی ذات کے جس مین الوہیت ہو دوسرے سے ممکن نہیں ـ
اور یہ بھی ہم ظاہر کر چکے ہین کہ خدا فقط واحد ہی ہو سکتا ہے کیونکہ
ذات الٰہی کی بے پایانی کثرت کے منافی ہے ـ اس لیے ہمارا عقیدہ
یہ ہے کہ روح قدس اور باپ اور بیٹا تینون ملکر خدا ہے بغیر باپ اور
بیٹے کے روح قدس خدا نہین اقنوم ثالثہ کی تفسیر سے فراغت پائی
اب ہماری غرض اس امر کی مزید تشریح ہے کہ مسئلہ تثلیث سے یعنے
الوہیت کے تینون اقنومون مجموعی سے ہماری کیا مراد ہوتی ہے
اور چند مثالین اس قسم کی دینگے کہ پڑھنے والے کو اچھی طرح معلوم
ہو جاے کہ عیسائی حقیقت مین تثلیث کے لفظ سے کیا معنی لیتے ہین

پانچوان باب

تثلیثِ شریف یعنے الوہیت کے اقنومِ ثالث کے بیان مین

ابواب ماسبق مین ذکر ہو چکا ہے کہ مسئلۂ تثلیثِ شریف سے ہماری
کیا مراد ہے مگر اس لیے کہ سب ناظرین اچھی طرح سمجھ لین کہ ہم لوگ بحیثیت
عیسائی ہونے کے اس باب مین کیا اعتقاد رکھتے ہین اور اس طرح
سمجھ لینے سے دلایل کتب مقدسہ کی تسلیم مین انہین دقت واقع نہ ہو
مختصراً ذکر مکرر کیا جاتا ہے۔

۱- ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ ازل سے الوہیت مین تین اقنوم یا تین
امتیاز یا تین تشخصات ہین جیسے ذہن انسانی مین تین قوا رفہم و تمیز
و ارادہ ہین لیکن ان تینون تشخصات کے تین نام باپ و بیٹا اور
روح القدس مقرر کیئے گئے ہین اور ہر واحد ان تینون مین سے
الوہیت مین دو دوسرون کے برابر ہے اور کوئی واحد بغیر دو دوسرون کے
خدا نہین ہے جیسے بغیر فہم کے تمیز کا امکان نہین ہو سکتا ہم

اسی سبب سے خدا باپ اور خدا بیٹا اور خدا روح القدس
کہنا یعنے ہر نام کے اول لفظ خدا کا استعمال درحالیکہ کوئی
تینون مین بغیر دو دوسرون کے خدا نہین ہوسکتا درست نہین ہے
الوہیت کے اقانیم ثلاثہ کی نسبت ایسے الفاظ کے استعمال سے عیسائیون
کو محتاط رہنا چاہیے کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ نہین ہے کہ صرف بیٹا یا
صرف روح القدس یا فقط باپ خدا ہے۔ ہم اکیلے باپ کو بھی خدا
نہین کہتے ہمارا یہ عقیدہ نہین کہ تینون مین سے کوئی واحد خدا
ہے یا ہوسکتا ہے بلکہ ازل سے بالوجوب وحدت مین تثلیث ہے
یعنے تینون ملکر خدا ہین اسی سبب سے ہم کبھی ایسا خیال نہ دلمین
نہ زبان پر لاتے ہین کہ کوئی اقنوم علٰحدہ ہے۔ جس لفظ کا ترجمہ ہمنے
تثلیث کیا ہے اوس کے معنے ہین ایک مین تین ذات کے اعتبار
سے واحد اور اقانیم کے اعتبار سے تین۔ ازل سے بلا تغیر واحد
فی الذات لیکن ایسا واحد کہ اوسمین تشخصات ہین۔

باب اول مین ہم لکھہ چکے ہین کہ وحدت کا لفظ جب الوہیت کی
نسبت استعمال کیا جاتا ہے تو اوسکے معنے وہ نہین رہتے جو کسی
اور محلِ استعمال پہ ہوتے ہین بلکہ اوسوقت مین لفظِ مذکور شلِ تمام

الفاظ کے جنکا اطلاق ذات الہیہ پر کسی وجہ سے کیا جائے مخصوص معنے رکھتا ہے - اسمین شک نہین کہ جس ذات باری کو ہم خدا کہتے ہین وہ ہمارے تمام محاورات اور خیالات سے برتر ہے - ہان اسقدر ہے کہ ہمارے محاورات اور خیالات اوس خلاق اکبر کی نفس حقیقت کے قریب قریب پہونچ جاتے ہین اسیوجہ سے الوہیت کے اقانیم ثلاثہ کے اظہار کے لئے بجاے الفاظ اب ابن وروح القدس کے خالق وشافع اور مقدس (یعنے نیا دل بخشنے والا) کا استعمال خصوصًا اوسوقت ہین کہ خدمات مخصوص مقصود ہوتی ہین کیا جاتا ہے اور درباب لفظ اقنوم یا شخص کے ہم یہی کہتے ہین کہ اوس سے کل وہ مطلب جو الوہیت کی تین نسبتون سے مقصود ہے اچھی طرح ادا نہین ہوتا اور جو یہہ کہا جاے کہ پھر ایسا لفظ کیون اختیار کیا تو ہم کہین گے کہ زبان انسانی خدا کی ذات کامل کے اظہار سے قاصر ہے - بہرنہج جب کبھی لفظ مذکور کا اطلاق باپ یا بیٹے یا روح القدس پہ کیا جاتا ہے تو اوسکے معنے مخصوص اور عام معنے سے اوسیقدر مختلف ہوتے ہین جسقدر کہ ذات انسانی سے ذات باری مخصوص ومختلف ہے - اس مین

کس کو کلام ہے کہ ہم کہان سے ایسا لفظ لاوین جو معنی مخصوصہ مذکورہ کا کما حقہ اظہار کر سکے البتہ بعض نے اقانیم کے عدم استعمال کو بہتر جانکر لفظ وجود کا اختیار کیا ہے۔ اونکے نزدیک مسئلہ تثلیث کی تعریف اس طرح ہے کہ **خدا ایک ذات ہے**۔ اوس ذات مین تین وجود ہین اور وہ تین وجود موسوم باسما اب و ابن و روح القدس ہین لیکن جب وہ خدا کی ذات واحد کے وجود ثلاثہ کی تشریح کی کوشش کرتے ہین تو اون کو بھی وہی دقت پیش آتی ہے جو ہمین لفظ اقنوم یا تشخص کی تشریح مین پیش آتی ہے۔ اور "وجود" کی جو تعریف اوسکی اختیار کرنے والے کرتے ہین اگر وہ کتب مقدسہ کے مطابق ہے تو ضرور ہمارے لفظ اقنوم کے ہم مطلب ہوگی۔ جب لفظ اقنوم کا استعمال کرتے ہین تو ہمارا دعوی صرف اسقدر ہوتا ہے کہ خدائے واحد مین تین اقنوم یا تین تشخصات یا تین امتیاز ہین یہہ نہین کہ اوسی معنے سے خدا ایک بھی اور تین بھی ہے۔ ذات کے اعتبار سے واحد ہے لیکن وحدت مین تین تشخصات اور ہر تشخص مین ایک خصوصیت ہے جو کسی طور سے اپنے دو اورون سے جدا ہے اور کوئی واحد تلث کا بغیر دو ما دراکی خدا نہین بلکہ ہر واحد مع اپنے دونون کے

خدا ہے ان اقانیم مین اول کو باپ اس جہت سے کہتے ہین کہ اوسمین
مخصوص محبّت بیٹے کی جانب انسان کی محبّت پدری کے مشابہ ہے
اوراس سبب سے بیٹا باپ سے نکلا ہے (ذات کے اعتبار سے نہین)
اقنوم ثانی کو ابن کہنے کی دو وجہ ہین ایک تو یہ کہ وہ باپ سے مخصوص و
مخفی قسم کے ازلی تولد سے پیدا ہوا دوسرے خدا کی عین قدرت سے
جسم مین ظاہر ہوا قواینن فطری کے معمولی ولادت سے نہین ہوا -
اقنوم ثالث کو موسوم باسم روح القدس اور روح پاک اس لئے
کیا کہ وہ جسم مین نہین بلکہ روح مین ظاہر ہوا یادرکھنا چاہئیے کہ ہمارا عقیدہ
یہ ہے کہ تینون غیر متغیر رشتے جو الوہیت مین ثابت ہین مخلوق نہین
بلکہ ازل سے بالوجوب ہین اور درباب خدا کی وحدت ذاتی کے یعنے
اس مسئلے کے کہ الوہیت کے تین اقنوم ذات کے اعتبارات سے
واحد ہین ہم کہتے ہین کہ طبیعت اوصاف روحی کی اس نہج پر ہے کہ
اگر بطرز معقول تصور کیا جاے تو تثلیث غیر ممکن یا تصور انسانی سے
باہر یا مخالف نہین معلوم ہوتی ہے - لیکن آدمیون کی طبیعتون کا
میلان اکثر اس طرح پر ہے کہ قواے روحی وغیرہ کا اندازہ قانون فطری
کے موافق کرتے ہین - پس ہمکو سمجھنا چاہیے کہ یہ اوصاف یا صفات

جو اقانیم کہلاتے ہین یا جنکی ترکیب سے وہ طبیعتِ الٰہیہ ہے جسے ہم خدا
کہتے ہین آیا واقعی ہین - یا مثلاً جس قدرت و قوت کو ہم ارادہ کہتے ہین
وہ کیا چیز ہے - کیا وہ ایسی شے ہے کہ اوسمین رنگ و شکل ہے - کیا ہم اوسی
اور چیزون کی طرح ناپ سکتے یا تول سکتے ہین اور محبت و عدل کیا چیز ہے -
ہر چند کہ تین تشخص انسانی بوجہ اختلاف جسم اور طبیعت کے ہر اعتبار سے
یکسان یا واحد نہین ہو سکتے ہین تاہم بعض تشخص انسانی ایسے بھی دیکھنے مین
آتے ہین کہ مزاج و طبیعت مین بہت مناسب اور اون تمام امور مین
جو تشخصات عقلی یا اخلاقی کہلاتے ہین یکسان ہوتے ہین تو ہمین اس امر
کے امکان کا یقین ہے کہ وہ (یا تین) تشخص شے واحد کو باعتبار مساوی
اور بوجہ واحد محبت کرتے ہون اور جہانتک کہ محبت کا تعلق باعتبار مساوی
اور بوجہ واحد ہو - وہانتک اوس شے کی نسبت وہی ارادہ اور نیت اور قصد رکھتے ہون
اور تمام اعتبار اتنے وہی ارادہ و نیت عین اوس حدتک کہ تشخص کو وحدت سے تعلق ہو شے واحد
کی جانب رکھتے ہون - کیونکہ محبت کا خاصہ ہے کہ اگر وہ شے واحد پر
بوجہ اوصاف واحد ہو - اگرچہ مختلف اشخاص سے ہو لیکن ضرور ہے
کہ یکسان ہو جیسے فی الحقیقت واحد ہو گی - اگر تین شخص ایک وصف یا
قوت ذاتی مین شریک ہو سکتے ہین تو ہم اونکی ذات کو روح کے اون

اوصافِ ذاتی کے سبب واحد تصور کرینگے اور اگر ممکن ہو کہ تمام اوصاف
شخصی یکسان ہون تو وہ تینون شخص فی الحقیقت واحد ہون گے۔
لیکن تین ہی کہلائین گے جیساکہ بیان ہوچکا ہے ہمنے بعض اوقات
ایسے بھی شخص دیکھے جو باہمی مناسبت بہت کچھہ رکھتے ہین اونکی کیفیت
اور حالات اور خواہشات وخیالات بالکل متحد ہوتے ہین لیکن یہہ
مناسبت واتفاق اون کے جُدا گانا تشخصات مین کسی طرح مخل
نہین ہوتا وہ اسوقت مین بھی ایسے ہی تین جُدا شخص ہوتے جیسے
اوس وقت مین ہوتے جبکہ اون مین کسی قسم کی مناسبت نہ ہوتی۔
پس اگر تین شخص اس طور پر پائے جاسکتے ہین کہ ایک کا وجود دوسرے
پر موقوف ہے اور کوئی واحد بغیر دو دوسرے کے موجود نہین کہا
جاسکتا تو اگر ذاتِ الہیہ کی نسبت یہہ مناسبت ثابت کرین یعنے یہہ
کہ اوس مین تثلیث ہے تو کیا استحالہ لازم آئے گا۔ روح کی صفاتِ
ذاتی کے اعتبار سے آدمی خدا کی صورت پر وضع کیا گیا ہے۔
ہماری اوپر کی مثال پڑہنے والے کو اصل مرتبہ اس امر کے
سمجھنے مین مدد دیگی کہ الوہیت کے تین اقانیم کا واحد فی الذات
ہونا کیونکر ممکن ہے۔ اور جیساکہ ہم اشارہ کرچکے ہین بحثِ مذکور دسی

اس امر کا سمجھ لینا ضرور ہے کہ اقانیم ثلاثہ مین ایسا غیر متغیر رشتہ
اتحاد ہے کہ ایک کا وجود بغیر دوسرون کے نہین ہو سکتا ہے اور
نہ ہو سکتا تھا پس اب تثلیث کے معنے عام محاورے مین بیان
کرنے کے بعد چند مثالین احوال فطری سے دیجاتی ہین اس لئے
کہ پڑھنے والے کی طبیعت اچھی طرح اس امر پر حاوی ہو جاوے کہ ہم
مسئلے مذکورہ کی نسبت کیا خیال رکھتے ہین اور کس طرح اوس کی تعلیم
دیتے ہین اور نیز واسطے اظہار اس امر کے کہ بہت سی باتین عالم جہان
مین مسئلے مذکورہ کے مشابہ ہین اور انسان کے سمجھنے اور سمجھانے
سے باہر ہین کچھ احوال ذیل مین درج کرتے ہین **اول سیام کے
برادران توام** - حال کی صدی مین دو لڑکے توام سیام مین
پیدا ہوئے - دونون کے بدن پسلیون کے پاس سے اس طرح
جوڑے تھے کہ اگر علیحدہ کئے جاتے تو فتنًا مر جاتے یعنے اون دونون
مین کوئی بغیر دوسرے کے زندہ نہین رہ سکتا تھا - امریکہ اور
یورپ مین جہان کہ نہایت مشہور نامی طبیبون نے اون دونون
کی آزمایش کی سب نے یہی رائے دی کہ جدا کرنے سے جان جاتی
رہے گی کیونکہ وہ دونون عجیب طرح سے اس قدر جڑے تھے کہ

ایک کے دل سے خون بہکر دوسرے کے دل مین جاتا تھا اونکے
جسم فی الحقیقت واحد فی التثلیث تھے اگرچہ پورے دو جسم تھے
مگر دونون واحد تھے یہانتک کہ ایک بغیر دوسرے کے موجود نہین
رہ سکتا تہا۔ اونکی طبیعتون مین یہانتک اتحاد تھا کہ اگر ایک کو کسی
سبب سے کوئی جسمی تکلیف ہوتی تو دوسرے کو بھی ہوتی نہ فقط اونکے
بدن ہی جڑے تھے بلکہ قواے ذہنی و خلقی اور خواہشات طبیعت
کی اور کیفیت مزاج کی قریب ایک ہی تھین حتی کہ اگر ایک کو خوشی
یا رنجش یا غصہ پیدا ہوتا تو دوسرے کا بھی وہی حال ہوتا اور
جب کسی معاملہ مین کوئی ارادہ ظاہر کرتا یا اوسکی کچھہ خواہش ہوتی
یا اوسکا کچھہ مطلب ہوتا تو دوسرے کی بھی وہی کیفیت ہوتی فی الحقیقت
وہ دونون اون سب امور مین جنکا نام النسانیت ہے واحد تھے
با این ہمہ دونون کے تشخص ایسے ممتاز اور جدا تھے جیسے دو جوڑوان
شخصون کے ہوتے ہین دونون کی شادی ہوگئی اور برسون
سہتے رہے اور اب دونون نے امریکہ مین قریب پانچ برس سے کے
گذرے کہ قضا کی۔ اول اون مین ایک شخص کچھہ بیمار ہو کر مرگیا دوسرے
مین ہنوز بیماری اچھی طرح اثر نہین کرنے پائی تھی کہ بھائی کو تکتے ہی

وہ بھی مرگیا۔ بعدہ جب طبیبون نے بدن کی آزمایش کی تو معلوم ہوا
کہ جو رائے پہلے پہل بڑے طبیبون نے دی تھی وہ درست تھی یعنے اگر
اونکے جسم جدا کئے جاتے تو وہ ہرگز زندہ نرہتے۔

اوپر کا مختصر احوال برادران توام کا جو قریب روئے زمین کے
تمام ملکون مین مشہور ہوگیا ہے وہ سب یہانتک کہ اوسے قوائے
خلقی سے تعلق ہے ہمارے اس مطلب کے بہت مناسب ہے
کہ تثلیث کے اقانیم ثلاثہ واحد ہین یعنے باپ اور بیٹے اور روح القدس
ازل سے تثلیث کا ایسا غیر ممکن الانفصال تعلق ہے کہ ایک کا
وجود بغیر دو دوسرون کے ممکن نہین اور چونکہ ایک کا وجود بغیر
دوسرون کے ممکن نہین کیونکہ تینون واحد ہین تو یہ تینون وجود
وہ ذات واحد ہین جسے ہم خدائے واحد کہتے ہین۔ ایک ذات
الٰہی اون تینون اقنوموں مین ہے جو مخفی طور پر ایسی جوڑی ہین کہ
علیٰحدگی غیر ممکن ہے۔ ہم اس امر کے جاننے کا دعوے نہین کرتے
کہ الوہیت تین ہی اقانیم پر کیون منحصر ہے نہ ہم یہہ دعوی کرتے
ہین کہ کل امور متعلق تثلیث کو ہم خوب جانتے ہین مگر یہہ کوئی معقول
اعتراض نہین کیونکہ خدا کی مجرد وحدت کو بھی ہم نہین سمجہ سکتے۔

یقیناً اس امر کی بھی ایک دلیل نہین دے سکتے کہ خدا کا مطلق وجود
ہے یا ہو سکتا ہے اگر ہم یہہ اعتراض کرین کہ الوہیت مین تین اقنوم
کیون ہونا چاہین تو یہہ بھی اعتراض کرین کہ سیام کے برادران توام
کیون ایک تھے اور دو بھی تھے بلکہ سچ پوچھو تو برادران توام کا وجود ہمارے لیئے
تعجب تھا لیکن وجود باری کی نسبت کوئی امر تعجب آمیز نہین ہو سکتا۔ جب وہ
خدا ہے تو تمام بنی آدم کے لئے اوسکے وجود کا خیال ہی سر تا سر تعجب ہوگا۔

دوسرے پادری جوزف کوک صاحب جو عالمانہ بحث اور
مسائل عیسوی کے واضح دلائل بیان کرنے کے باعث آج کل
نہایت مشہور و معروف ہو رہے ہین مسئلہ تثلیث شریف کی
ایک مثال اس طرح دیتے ہین کہ آفتاب کی شعاؤن کو دیکھو کہ اونکا
مادہ واحد ہے مگر پھر بھی تم دعوی کر سکتے ہو کہ اوس مین تین چیزین
ہین ممکن ہے کہ منشور کو روشندان پر لگانے سے شعاع آفتاب
سے سات رنگ ہو جائین اور رنگ کہین ہو اور گرمی کہین ہو اور
روشنی اور جگہہ ہو۔ لیکن رنگ مین ایسا خاصہ بھی ہے کہ فقط
روشنی یا گرمی مین نہین ہو سکتا اور روشنی مین بھی ایسا خاصہ ہے
کہ وہ نری گرمی یا رنگ مین نہین ہو سکتا اور گرمی بھی ایسی خاصیت ہے

کہ وہ فقط رنگ یا روشنی مین نہین ممکن ہے مگر ان تینون یعنی روشنی
اور رنگ اور گرمی سے ایک شعاعِ آفتاب نکلتی ہے یعنے شعاعِ
آفتاب مین گرمی اور رنگ اور روشنی تینون چیزین ہین۔ یہ تینون
ایک چیز ہین لیکن جس اعتبار سے ایک ہین اوس اعتبار سے اونہین
تین نہین کہہ سکتے ہین۔

۱۔ دہوپ اور قوسِ قزح اور دہوپ کی گرمی یہ سب ایک ہی
سورج سے نکلتی ہین۔

۲۔ ہر ایک مین ایک خاصیت جُداگانہ ہے جو دوسرون مین
نہین ہے۔

۳۔ کوئی واحد بغیر دوسرون کے شعاعِ کامل نہین۔

۴۔ ہر واحد مع دوسرون کے شعاعِ کامل ہے۔ دہوپ اور
دہنک اور گرمی تینون آفتاب کی شعاع ہین۔

اسی طرح باپ اور بیٹا اور روح القدس ایک خدا ہے۔

۱۔ جیسے قوسِ قزح نورِ آفتاب کو ظاہر کرتی ہے اسی طرح مسیح نورِ ذاتِ
باری کو ظاہر کرتا ہے۔

۲ جیسے کہ قوسِ قزح نورِ آفتاب ہے ایسے ہی مسیح کی کل ذات روحی خدا ہے۔

۳- جیسے نور آفتاب کے ساتھہ قوسِ قزح کا وجود ہے ایسے ہی
باپ کے ساتھہ مسیح کا وجود ہے-

۴- جیسے یہہ ممکن ہے کہ قوسِ قزح زمین پر ہو اور سورج
آسمان پر اور پھر بھی شعاع آفتاب سے جُدا نہ ہو ایسے ہی ممکن ہے
کہ خدا آسمان پر رہے اور مسیح زمین پر ہو پھر بھی دونون مین
علیحدگی نہ ہو-

۵- جیسے پانی کے سخت طوفان کے بعد قوسِ قزح اون کی
نشانی قرار دی گئی تھی اسی طرح مسیح کا جسم اون آدمیونکی نجات
کا باعث تھا جو مسیح کے وسیلے سے خدا کو ڈہونڈہتے تھے-

۶- جیسے قوسِ قزح نظر سے دور ہو جاتی ہے پھر بھی اوسکی
روشنی نہین زایل ہوتی ہے ایسے ہی اگرچہ مسیح اب ظاہر نہین پھر
بھی موجود ہے-

۷- جیسے قوسِ قزح نور آفتاب سے آکر پھر لوٹ جاتی ہے
ایسے ہی مسیح باپ کے پاس سے آکر چند عرصے کے لئے دنیا مین
ظاہر ہو کر پھر لوٹ گیا مگر اب بھی دنیا سے غیر موجود نہین ہے-

۸- جیسے گرمی کا اثر عین نورِ آفتاب کا اثر ہے ایسے ہی

روح القدس کے کام عین باپ اور بیٹے کے کام ہین ـــ

۹ - جو تعلق تمام نباتات کی بالیدگی کو آفتاب کی روشنی اور گرمی سے ہے وہی نسبت کلیسیا کی مذہبی ترقی کو خدا کی روح قدس اور مسیح سے ہے -

تیسرے - مسئلہ مذکورہ کی توضیح نور کے بعض اوصاف پر مزید لحاظ کرنے سے ہو سکتی ہے - مثلاً اہل علم اسکو خوب جانتے ہین کہ معمولی روشنی کی کرن نہ فقط منشور والے سات رنگ سے مرکب ہوتی ہے بلکہ ہر کرن بنتی ہے دو کرنون سے دونون ازحد میلی ہوتی ہین اور دونون مین ایک دوسرے سے کسی طرحکا فرق بجز سمت الرأس کے اور کچھ نہین ہوتا کیونکہ ایک کرن دوسری پر بہ خط عمود گرکر زنادیہ قایمہ بنتی ہے -

اگر روشنی کی کرن ایسے شیشے پر آکر گرے کہ اوسمین دو عکس پڑتے ہون تو اوسی ایک کرن کے دو عکس جُدا ہو جاتے ہین اور دونون بخوبی جُدا نظر آتے ہین آزمایش سے معلوم ہوا کہ وصف اور ذات کے اعتبار سے دونون مین کچھ فرق نہین ہوتا وہ دونون آن واحد مین عجیب طرح سے ملے تہی

ہوتے ہین اور جب وہ دونون کرنین ایک ہی جانب مین آکر گرتی ہین تو بالکل تاریکی پیدا ہو جاتی ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ دونون کا مخصوص تعلق (یعنے ایک کرن دوسرے پر عمود ا گر کے زاویہ قایمہ بنا دے) معمولی رویت کے لئے ضروری ہے۔عالم ہمیشہ جانتا ہے کہ معمولی رشنی دو مخصوص و ممتاز کرنون سے کہ وہ جُدا نہین ہوتین پیدا ہوتی ہے ایسے ہی عیسائی سمجھتا ہے کہ اقانیم الٰہیہ مین ہر اقنوم اپنے ما دار کو شامل ہے کوئی اقنوم کسی سے جُدا نہین ہے مگر با این ہمہ امتیاز تثلیث مین کچھ خلل نہین ہے۔

چوتھے۔پادری ویسلی صاحب نے ایک کمرے مین تین چراغون سے مسئلہ مذکورہ کی توضیح کے لئے اس طرح فرمایا "کہو یہ کیونکر ہی کہ تین چراغ ہین اور روشنی ایک ہے اگر تم مجھ سے پوچھو تو مین تمہین بتاؤن کہ تین اقنوم کیونکر ایک ہوسکتے ہین"۔

پانچوین۔اگسٹین صاحب نے غور کرنے سے معلوم کیا کہ تثلیث کی توضیح خود انسان ہی کی روح مین پائی جاتی ہے کہ ذات کے اعتبار سے واحد ہے لیکن اوسمین تین قوتین حافظہ ارادہ فہم ہین مگر کوئی سمجھا نہین سکتا کہ وہ تینون کیونکر ایک ہین۔

پتے چھٹے۔ مشہور ارس ٹس ایک قسم کی گھاس کے تین پتے جوڑے
دیکھ کر مسئلہ مذکورہ کی صداقت کا قایل ہوگیا اور کہنے لگا کہ دیکھو
جڑ ایک ٹہنا ایک لکڑی ایک لیکن پتے تین ہین۔
اب مین چاہتا ہون کہ یہ خوب طرح سمجھ لیا جائے کہ مین نے
مسئلہ مذکورۃ الصدر مسئلہ تثلیث شریف کی ثبوت کے
لئے نہین لکھی ہین بلکہ صرف اس لیئے کہ پڑہنے والے کے خوب ذہن
نشین ہوجاوے کہ مسئلہ مذکور سے ہمارا کیا مدعا ہے اور نیز
اس امر کے اظہار کے لئے کہ خلقت مین ایسی بہتیری واحد چیزین ہین کہ
اون مین تین تین رشتے پائے جاتے ہین مگر عقل انسانی نہین [illegible]
کرتی کہ کیونکر اور کس حیثیت سے ہین۔ ہم خود تسلیم کرتے ہین کہ خلقت
مین ایسی کوئی چیز نہین جو ہماری تثلیث کے خیال کو ٹھیک [illegible]
سے ظاہر کرسکے۔ مگر یقیناً ایسی چیزین تو سیکڑون ہین خصوصاً
سیام کے برادران توام کی کیفیت جو مین نے اوپر نقل کی [illegible]
خدا کے غیر ممکن الانفصال تثلیث سے مشابہت رکھتے ہین [illegible]
رہا یہہ امر کہ اس مسئلے مین چند اسرار ہین سو اسکو مین خود تسلیم [illegible]
ہون۔ اسی طرح علوم فنون مین اور نیز بہتیری عام باتون مین [illegible]

قوانین فطری مین بیشمار اسرار ہین مثلاً اول اسی ہوا کو دیکھئے
کہ جس مین ہم دم لیتے ہین اور جو ہمارے آس پاس ہے بہتیرے
عالم اوس مین گردش کرتے ہین اور کسی چیز پر قایم نہین ہین بحر
مواج مین ہوا کے زور سے جہاز چلتا ہے کبھی کبھی بڑے بڑے
درخت جڑ سے اوکہڑ جاتے اور بڑی بڑی عمارات ریزہ ریزہ
ہو جاتی ہین پہر بہی کسی کو معلوم نہین ہوتا ہے کہ کہان سے ہوا آتی
ہے اور کدہر کو جاتی ہے تمام جہان کے عالم اس باب مین اگر
کچہہ کہہ سکتے ہین تو اسی قدر کہ البتہ جہان مین ایسی ایک عجیب چیز
ہے جسے ہوا کہتے ہین لیکن یہہ مطلق بھید ہے کوئی صاف بات نہین ج

دوسرے۔ آدمی کا دل ہر گہنٹے مین چار ہزار مرتبہ حرکت
کرلیتا ہے لیکن ہم نہین کہہ سکتے نہ حکمت کی کسی کامل تحقیق نے
اس امر کو دریافت کر پایا کہ اوسکی اول حرکت کس چیز سے پیدا
ہوئی اور قیام حرکت کس چیز سے ہے اگر آدمی کوئی کام نہ کرے
تو بہی دل حرکت کرتا رہتا ہے اور اگر حرکت کے خلاف
کوئی فعل اپنے ارادے سے کیا جائے اوس وقت مین بہی اوسکی
حرکت جاری رہتی ہے کہیے یہ اسرار نہین ہین تو کیا ہین —

تیسرے ۔ روشنی جسکا ذکر ہمنے تثلیث کے حل مطلب کیواسطے
کیا تہا وہ بہی ایک بھید ہے ۔ ہم جانتے ہین کہ وہ ایک منٹ مین
دو لاکہہ میل کی مسافت طے کرجاتی ہے ۔ لیکن اگر کوئی پوچہے کہ
کس لئے اور کیونکر اس طرح حرکت کرتی ہے اور تمام جہان مین
پہیلی ہے تو کچہہ جواب نہین بن پڑیگا ۔ یہ سب بہید ہے علم طبعیات
کے جاننے والون کو دیکہو کہ مجردات کو کیا خوبی سے تحلیل کردیتے
ہین سونے کو گلا کے پانی مین ایسا ملادین کہ معلوم نہ ہو اور اگر چاہین
تو ایسی ترکیب کرین کہ اوسی وقت سونے کے ذرات جمع ہو کر
ڈھیلا بنجائے لیکن عالم سے عالم بہی اسکو نہین بتا سکتا کہ کیونکر اور
کس سبب سے سونا پانی مین ایسا ملجاتا ہے کہ بالکل نہین معلوم
ہوتا اسی طرح علم الٰہی عقلی کا جاننے والا نہین سمجہا سکتا کہ زندہ
آدمی کن قوانین کا محکوم ہے نہ دنیا کی فیلسوف بعضی گھڑی کی
بہتیرے واقعات ایسے ہوتے ہین کہ اونکی تشریح کرسکین وہ
تمہین نہین بتا سکتے کہ کس ترکیب سے نظر کام کرتی ہے یا ارادہ
کیونکر دل مین اثر کرتا ہے حتیٰ کہ جب کسی امر کی تمہین خواہش ہوتی
ہے تو اپنے ہاتھہ پاؤن اوٹھاتے اور اوسکی تگ ودو کرتے ہو ۔

یہ سب بھید کی باتین ہین خدا کی تمام مخلوق مین ادنیٰ تنکے سے
نہایت بڑی چیز تک یہی کیفیت ہے دنیا سراسر اسرار ہے پس
سیکڑون چیزون سے اور دنیا کے مجردات کے عجیب تعلقات
سے انکار کرنا صرف اسی لئے کہ سمجھنے اور سمجھانے مین نہین آتا کہ
کس لئے اور کیونکر ہین ایسا ہی ہوگا جیسے اقانیم ثلاثہ کہ جنکی
تعلیم کلام ربانی مین آئی ہے اوس سے انکار کرنا صرف اسلئے
کہ اوسمین اسرار ہین۔ لیکن باوصفیکہ مسئلہ تثلیث شریف
کے اسرار کو ہم قبول کرتے ہین مگر یہہ نہین مانتے کہ وہ ہماری
عقل کے مخالف ہے جیسا کہ بعض کا دعویٰ ہے چنانچہ اب ہم عدم
مخالفتِ عقلی کے اثبات کی کوشش کرینگے۔

چھٹا باب

مسئلہ تثلیث کے عقلی دلائل

مین اوپر بیان کر چکا ہون کہ ہمارا یہہ دعویٰ نہین کہ بجز
کتبِ مقدسہ کے کوئی اور مستقل ثبوت اس باب مین ہے

اسواسطے مین چاہتا ہون کہ سب پڑہنے والے سمجہ لین کہ مین یہ نہین
کہتا کہ جو دلائل عقلی مین بیان کرتا ہون وہ مسئلہ مذکور کا کافی
ثبوت ہے بلکہ فقط بنظر تائید تعلیمات کتب مقدسہ اور بنظر اظہار
غلطی اس اعتراض کے کہ مسئلہ مذکورہ عقل کے خلاف ہے
چند دلائل پیش کرتا ہون اگرچہ بعض بیوقوف کہتے ہین مگر کو
عقلمند یہہ دعوی نہین کرسکتا کہ جو بات عقل مین نہین آتی ہے
وہ خلاف عقل ہے ایسے دعوے کی حماقت عالم اجسام کی
سیکڑون چیزون کے اسرار سے ابہی ثابت کرچکا ہون یہی جواب
اون اعتراضون پر بہی دیا جائگا جو بیبل کی بہتیری باتون پر کے
جاتے ہین - خدائے تعالے نے ہمین یہہ طاقت نہین دی ہے
کہ کتب مقدسہ کے تمام اسرار جان لین - اگر اوسے منظور ہوتا
کہ ہم سب بہیدون کو جان لین تو وہ کافی لیاقت اونکے سمجہنے
کی عطا کرتا لیکن اوسنے کیا کیا اوس نے ہمین اپنی لیاقت عطا
کی ہے کہ صدق دل سے اون حقایق پر اعتقاد کرلین جو ہمارے
سمجہ مین نہین آتی ہین اور ہم چاہتے ہین کہ یہہ امر اچہی طرح سمجہ
لیا جائے کہ تثلیث کا عمدہ مسئلہ ہمین اس لیے نہین بتایا گیا ہے

کہ اپنی عقل سے اوسپر کچہہ رائے لگا دین بلکہ یہہ ایک الہامی مسئلہ محض ایمان لانے کے واسطے ہے۔ اگر ہم خدا کو واحد جانین تو بہی یہی دقتین پیدا ہوتی ہین تقریباً کل بنی آدم اسکو مانتے ہین کہ خدا غیر مخلوق ہے لیکن ہم پوچہتے ہین کہ یہہ کیونکر ممکن ہے کہ کوئی وجود ایسا بہی ہو جسکی ابتدا نہ ہو۔ اسکا سمجہہ مین آنا ایسا ہی دشوار ہے جیسا تثلیث کا مسئلہ۔

اگر بیبل شریف مین کچہہ اثر نہ ہوتے تو اوس کے الہامی ہونے مین شک ہوتا کوئی ذات جسکا تعقل ذہن انسان کر سکے خدا نہین ہو سکتی یعنے اگر خدا خدا ہے تو حیطۂ فہم انسانی سے ضرور برتر ہو گا کیونکہ محدود غیر محدود کو حاوی نہین ہو سکتا اسواسطے یہ اعتراض کہ خدا مین تین اقنوم یا وجود نہین ہو سکتے ہین کیونکہ یہ بات اچہی طرح سمجہ مین نہین آتی ہے ایسا ضعیف اعتراض ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہین۔ اور یہہ امر کہ مسئلہ مذکورہ نہ فقط عدم مخالفِ عقل ہے بلکہ عقل اوسے اور مستحکم کرتی ہے چند وجوہ سے ثابت ہے۔

اول۔ یہ مسئلہ مغایر عقل نہین کیونکہ کوئی حقیقتِ مستقل اسکی

مانع نہین یہہ ایک حقیقت مستقل اور بیّن ہے کہ واحد ثلاث نہین
اور ثلاث واحد نہین یہہ ایک حقیقت بیّن ہے کہ کوئی ذات آن
واحد مین بہ اعتبار واحد واحد اور ثلاث دونون نہین ہوسکتی ۔
اسواسطے ایسا دعوی حقیقت ظاہر کے مخالف اور صریح حماقت
ہوگا لیکن مسئلہ تثلیث اس قسم سے نہین ہے نہ اوسکو ذری
بہی مناسبت اس قسم سے ہے الوہیت کے امتیاز پر اگر بغور خیال
کیا جائے تو اس سے زیادہ اور کچہہ نہین پایا جاتا کہ ایک ذات ایک
اعتبار سے واحد اور دوسرے اعتبار سے جمع ہے ۔ اور اسمین
کچہہ کسی طرح کا تناقض نہین ۔ یہ امر حقیقت ظاہرہ کے کمال مطابق
ہے اور باب ماسبق مین اسکی توضیح ہو چکی ہے ہم انسان کی
ترکیب مین وحدت جمعیت کا منفی انضمام دیکہتے ہین ۔ انسان ایک
ہے لیکن اوسکی وضع فطری دو ہین روح و بدن اور یہ دونون
وضعین حالانکہ نہایت مختلف ہین ایک وجود یعنے انسان کہلاتے ہین
یہہ مثال اس امر کی ہے کہ ایک ہی ذات ایک اعتبار سے واحد
ہو اور دوسرے اعتبار سے جمع پس اگر خلقت کی بہی چیزین ایسی
کیفیت پائی جاتی ہے تو کم از کم اس امر کے امکان کا ثبوت ہوگا

کہ ذاتِ الٰہی مین جمعیت کو دخل ہو۔ اگر مخلوق کی وضع فطری مین جمعیت کا امکان ہے تو کس وجہ سے خالق مین اوسکا امکان نہین قرار دیا جائیگا۔ اگر ہماری دلیل سے ثابت ہوجائے کہ انسان کی وضع فطری مین جمعیت کو دخل ہے تو وجود باری مین جمعیت سے منکر ہونا عقل کے نزدیک ایک امر نفسِ حقیقت اور قاعدے مماثلات کے خلاف ہوگا۔ یہ سمجھنا یقیناً ایسا ہوگا کہ ذاتِ خالق بہ نسبت مخلوق کے محدود ہے یا یہ کہ خدا ایک ایسی حقیقت اپنے افعال سے ظاہر کرسکتا ہے کہ اوس حقیقت کو اوسکی ذات مین کچھ مدخل یا اوس سے کچھ مناسبت نہ ہو۔ ہمارے نزدیک ایسا سمجھنا بڑی حماقت معلوم ہوتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ مثالِ مذکورۃ الصدر سے کچھ مناسبت نہین پائی جاتی ہے کیونکہ تشخص فقط واحد ہے گو کہ وضع دو ہین اور تثلیث مین تشخص کی جمعیت اور وحدتِ ذات کی بتلائی جاتی ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ یہہ اعتراض فضول ہے کیونکہ اگر کسی ذات مین وحدت و جمعیت ملی ہوئی ہون تو جن اصول پر ہم بحث کرتے ہین وہ مقرری اور یقینی ہونگے اِسکا کچھ مضایقہ نہین کہ شخصیت

مین وحدت اور وضع مین جمعیت ہو جیسے ترکیب ذات انسان مین
ہے یا تشخص مین جمعیت اور وضع مین وحدت ہو جیسے ذاتِ الہیہ مین
ہے یہہ اصولِ جمعیت کا وحدت کے اسقدر مناسب ہر کہ دونون
صورتون سے صریح ظاہر ہے ممکن ہے کہ ہر واحد مین کچہہ اسرار
ہون لیکن اگر دونون صورتین ہمکو نئی ہوتین اور آن واحد مین
ہمارے سامنے پیش کی جاتین اور دونون پر علیحدہ علیحدہ غور
کیا جاتا تو یہہ کہنا دشوار ہوتا کہ کس مین سرِعظیم ہے اگر دونون
ابتک ہمین نامعلوم ہوتین اور کوئی ہم سے پوچہتا کہ کس مین تم
سرِعظیم جانتے ہو آیا وجودِ روحی مین کہ جسمین تین اقنوم اور ایک
ذات ہے یا اوس وجود مین جس مین تشخص واحد ہے اور وضع
فطری دو ہین تو ہم جانتے ہین کہ گذشتہ تجربہ کے کسی قاعدے
کے نہ ہونے سے روحی ذاتِ واحد مین تین تشخص ہونے کی
بہ نسبت جسم و روح کی ترکیب سے تشخصِ واحد کے ہونے مین
زیادہ اسرار تصور کرتے لیکن قطع نظر اسکے خود ہماری ذات
جس مین وحدت جمعیت سے منتظم ہے منظہر اِس امر کی ہے کہ
تثلیث شریف کا روحی مسئلہ اصل حقیقت کے نہایت مناسب ہر

لیکن اس امر کو مختصراً ثابت کرنے کے بعد کہ تثلیث کا مسئلہ مخالف عقل نہین ہے چند دلائل اس مضمون کے پیش کرینگے کہ ہماری عقل کا اقتضا یہی ہے کہ وہ مسئلہ واقعی ہو۔

اول۔ خدا واجب الوجود ہے۔ اگر ایسا ہے تو اوس کے تمام صفات بھی اوسکی ذات کی طرح قدیمی و وجوبی ہون گے اور تصور مین بھی اونھین اوس سے جدائی ممکن نہ ہوگی۔ اوسکی صفات مین سے کسیکی نسبت ایسا تصور کرنا کہ دوسری چیز سے نکلی ہین ایسا ہوگا کہ خدائی دوسری چیز پر موقوف ہے اور یہہ امر اوسکی ذات واجب الوجود کے سراسر مخالف ہے۔ یا یہ سمجھنا کہ اوسکی صفات کی کوئی ابتدا تھی مستلزم اسکا ہوگا کہ قبل اوس ابتدا سے ازل مین ایک زمانہ ایسا تھا کہ خدا مین وہ صفات موجود نہ تھین یعنے وہ خدا ے کامل نہ تھا اوسکی کسی صفت کی نسبت ایسا تصور کہ کسی وقت مین متروک ہو جاینگی عین حماقت ہے کیونکہ یہہ امر مستلزم اسکو ہے کہ

غیر متغیر یہوداہ جو اپنی ذات مین دوسرے کا محتاج نہین اوسکے وجوب مین کبھی فرق بہی آجائے اگر اوسکی ذات واجب و قدیم ہے تو اوسکی تمام صفات بہی قدیم واجب ہونگی -

جو کچھ ذات آلٰہی کی نسبت کہا گیا ہے وہ ضرور بالضرور بالفعل بہی اور ہمیشہ تک اوسی سے تعلق رکھے گا اس لیے کمالیت مطلق اور بقا اور حاضر و ناظر ہونا اور قدرت مطلق اور دانائی اور غیر محدودیکی اور کامل پاکیزگی اور محبت وغیرہا خدا کی صفات قدیمہ ہین یعنے ہمیشہ سے ہین اور ہین اور آیندہ کو بہی بلا توقف و تغیر ہمیشہ رہین گی ہمنے اس حقیقت کو باب اول و دوم مین بخوبی ثابت کر دیا ہے اور عموماً لوگ اوسے یہانتک تسلیم کرتے ہین کہ بجز مختصر بحث کے جو گذری زیادہ بحث کی ضرورت نہین - ذیل کے دلایل سمجھنے کے واسطے اسی قدر کافی ووافی ہے -

دوسرے - کتب مقدسہ سے اور نیز عقل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صفات و کمالات آلٰہی یعنے دانش اور بینش اور قدرت مطلق اور محبت اور پاکیزگی اور رفاقت وغیرہ کم از کم اوسکے قواے فاعلیہ ہین - اور یہہ امر کہ یہ صفات بالفعل بہی

فعلی ہین سب لوگ جو کسی خدا کو مانتے ہین تسلیم کرینگے - اور چونکہ
یہہ صفاتِ قدیم سے بلا تغیر و تبدل خدا مین موجود ہین اسواسطے
ضرور ہے کہ وہ اوسکے اوصافِ مخفیہ یا محض نام کے قوا نہ ہون
بلکہ قدیم سے بالوجوب ثبوتی اور فعلی ہون اوصافِ مذکورہ کی
فعلیت ایسی ہی ضرور ہے جیسے اونکا وجود ضرور ہے اور جبکہ
فعلیت اور وجود دونون ضرور ہین تو ضرور ہے کہ وہ اوصاف قدیمی ہون
اگلے وقتون کے بعض مشہور فیلسوفون نے فقط عقل
تفکر کے زور سے اتنا پہچان لیا کہ اوصاف الٰہیہ
کی فعلیت کا ازلی و ابدی ہونا بمنزلۂ ایک امر بدیہی کے ہے
مثلاً افلاطون کہتا ہے کہ "ضرور ہے کہ خدا کی مشیت و قدرت
فاعلیہ ایسے ہی ازلی و ابدی ہو جیسی اوسکی ذات ازلی و ابدی
ہے" - ارسطاطالیس لکھتا ہے کہ "خدا جو غیر متغیر فی الذات
ہے قیاس مین نہین آتا کہ ازل سے کبھی اوسنے آرام کیا ہو
یا وہ سویا ہو اور اوس نے کچھہ کام نہ کیا ہو یہہ امر کہ ذاتِ
الٰہی کو ازلی فعلیت ضرور ہے اون عالم فلاسفون پر ایسا
روشن تہا کہ باوجود لاعلمی مسئلہ کتابی یعنی تثلیث کے اونہون نے

نتیجہ نکلا کہ مادہ بھی قدیم ہے یعنے اوسے فنا نہین۔

جو بات ہمین کتب مقدسہ سے معلوم ہوئی ہے یعنے کہ مادّہ کی تخلیق مین صفات الہیہ کی فعلیت کا ظہور اور صورتون سے بھی ممکن تھا اگر وہ اسکا کچھہ بھی اشارہ پاتے تو بقاے مادّے کی تعلیم ہرگز نہین دیتے اتنی مہلت نہین ورنہ ہم خوب تفصیل سے بیان کرتے کہ اون حکیمون کا یہہ قیاس کہ خداے فاعل کی ذات باقی مین اور مادّے مین کچھہ خلاف نہ رہے بقاے مادّیکا ماننا ضرور ہے کیسا نامعقول ہے۔ اسقدر سمجھ لینا کافی ہے کہ مخلوق محدود ہے اور خدا کی صفات غیر محدود ہین محدود مادہ خدا کی صفات کی کامل اور مناسب فعلیت کے لئے کافی نہین ہے۔ بااین ہمہ حکماے موصوف الصدر کی شہادت ہماری بحث حال کے بکار آمد اور موائید ہے۔ اونکے نزدیک یہہ امر کہ خدا کی صفات فاعلی مستلزم ازلیت ہین بہ منزلۂ اصول موضوع کے تھا کہ جسپر اونکے تعقل اور ادراک کا دارمدار تھا۔ ہم اس مسئلے کو دلائل ذیل سے ثابت کرتے ہین۔

۱۔ یہ قیاس کہ صفات الہیہ مین فعلیت قدیم سے نہین ہے

محض حماقت اور مخالفت پر مبنی ہے صفات الہیہ کی ازلی فعلیت
کا انکار اس امر کا اقرار ہے کہ خدا ازل سے حالت عدم فعلیت مین
تہا۔ کیونکہ فعلیت صفات کی اگر ازلی نہو تو ماننا پڑیگا کہ ایک زمانہ
ایسا تہا کہ وہمین خدا کی صفات بیکار تہین اور یہہ امر اشد حماقت
کے نتایج کا موجب ہے۔ مثلاً یہہ قیاس حماقت کا اگر خدا کی
دانش و بینش پر لگایا جائے تو یہہ مطلب ہوگا کہ ایک زمانہ ایسا ہی تہا کہ خدا کی
ذات بے علم تہی۔ اور اگر قیاس مذکور قدرت پر حمل کیا جاے تو یہہ معنی ہونگے
کہ ایک زمانہ ایسا تہا کہ اوسکی قدرت نے کچہہ نہین کیا۔ اور اگر اوسکی
محبت پر یہہ قیاس کیا جاے تو نتیجہ یہہ نکلے گا کہ ایک وقت مین
اوسے کسی چیز کی محبت نہ تہی اور اگر اوسے پاکیزگی پر محمول کیجئے
تو یہہ معنے ہونگے کہ ازل مین ایک زمانہ ایسا ہی تہا کہ پاکیزگی عمل
مین نہین آئی تہی۔ فی الحقیقت یہہ قیاس ایسی حماقتون اور بیہودگیون
کا موجب ہے کہ دل کانپ جاتا ہے۔ یہوواہ کی صفات مجرد قوا
یا اوصاف عدمی یا خواص مخفی نہین ہین فعلیت اونکو لازم ہے
مثلاً محبت مجرد قابلیت یا استعداد کا نام نہین ہے اگر وہ کوئی
قوت ہے تو اوسکی تاثیر کا ظہور ضرور ہونا چاہئے کیونکہ جو ذات محبت

نہین کریگی اوسکی نسبت یہی کہا جایگا کہ اوس مین محبّت نہین ہے یہی حال پاکیزگی کا ہے فقط بُرائی کے نہ ہونیکو یا وصف عدمی یا مجرد استعداد کو پاکیزگی نہین کہتے ہین بلکہ طبع الٓہی کے بعض اوصاف کے وجودِ حقیقی کا نام پاکیزگی ہے اور تاثیر اونکے وجود کو لازم و واجب ہے۔

صفات کی فعلیت ازلی کا انکار صفت کے وجود کے ازلی ہونے کا انکار ہے۔ اونکے وجود کو ازلی تسلیم کرنا اور فعلیت کی ازلیت سے منکر ہونا صریح تناقض کو مستلزم ہے فعلیت وجود کو لازم ہے اور جب قدر مدت صفات کے وجود کی ہو وہی ضرور بالفعل صفات کی بھی ہوگی۔ پس اگر کوئی زمانہ ایسا نہ تہا کہ خدا کی صفات موجود نہ تہین تو ایسا بھی کوئی زمانہ نہ تھا کہ فعلیت صفات نہ تھی۔

۲۔ خدا کی ازلی و ابدی اور غیر محدود خوشی کے لئے فعلیت صفات مذکورہ کا ازلی و ابدی ہونا ضرور ہے خدا کو خوشی کی کمالیت بھی ضروری ہے کیونکہ اوسکی ذات کامل ہے حتیٰ کہ اگر وہ کامل مطلق ہے تو ضرور ہے کہ اوسکی خوشی کا بھی کچھ حد و پایان نہو بھلا فعلیت

صفات باری مستلزم اسکی نہین کہ اوسکی خوشی کا کچہہ حد و بیان نہو
کیا ہم اوسکی نسبت ایسا گمان کرسکتے ہین کہ ازلی خوشی مطلق عدم
فعلیت کی حالت مین ہو۔ مثلاً کتب مقدسہ کا یہی دعوی ہے کہ
خدا محبت ہے اور عقل بہی چاہتی ہے کہ یہہ دعوی صحیح ہو اور
ہم جانتے ہین کہ مخلوق مین محبت و خوشی کا علاقہ ضرور ہے۔
پہر کیسے ہوسکتا ہے کہ خالق کی ذات مین محبت و خوشی کا ضروری
تعلق نہو یعنے کبہی جدا بہی ہوجاتی ہون۔ کیسے قیاس مین آسکتا ہے
کہ خدا ازل سے بغیر محبت کے خوش ہے۔ اسکا جواب ہم سوال کے
پیرایہ مین اس طرح دیتے ہین۔ کیا یہ عقل مین آتا ہے کہ اگر وہ محبت
چہوڑ دے تو خوشی قایم رہے۔ ہر ذی عقل اسکا جواب انکاری
دیگا۔ پس اگر وہ محبت چہوڑ دے تو خوشی قایم نہین رہ سکتی اور
نہ زمانۂ گذشتہ مین بغیر فعلیت وصف محبت کے ازلی خوشی کا امکان
تہا اس صورت مین اگر کہا جاے کہ خدا مین ہمیشہ سے خوشی ہے تو یہہ کہنا
بہی پڑیگا کہ خدا کی محبت بہی ہمیشہ سے ہے۔ ذات الہیہ کی خوشی اور محبت کی
فعلیت بمنزلۂ لازم و ملزوم کے ہین۔

۳۔ یہی نتیجہ خدا کی صفات کمالات مطلق سے نکلتا ہے۔ کمال کو

فعلیت لازم ہو کیونکہ عدم فعلیت ذات اصل کا خاصہ ہے اور فعلیت ضروری
ووجوبی خاصہ ذات عالی کا ہے جسم بیجان کمترین موجودات سے ہی
س سبب سے کہ اوس مین فعلیت نہین ہے بغیر محرک کے متحرک
نہین ہوتا اور ممکن نہین کہ محرک سے متحرک نہ ہو۔ لیکن روح جسم
سے اعلیٰ ہے خصوصاً اس سبب سے کہ اوسکی فعلیت ارادی ہے
وہ خود بھی متحرک ہے اور اور کو بھی حرکت دیتی ہے۔ خالق کے
نفس مین یہی قاعدہ پایا جاتا ہے کہ مخلوق کا مرتبہ اور خوبی قواے
ذہنی وخلقی کی فعلیت پر موقوف ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مخلوق
روح مین ایسے کمال کا وجود ہو لیکن خدا کی غیر مخلوق روح جو مخلوق کی
وجود کا سبب ہے اوس مین نہو ایسا قیاس اگر قواے فہم و
محبت و پاکیزگی کی نسبت درست ہو تو وہ قابل صفات کہلانے
کے نہین رہین گی بلکہ یہہ تصور کیا جایگا کہ محض قابلیت یا استعداد
تھی کہ بعد کو قوتین مذکورہ اوس سے پیدا ہو گئین۔ یہی تناقض
صریح مستلزم محال ہے اور خدا کے نہ فقط کمال مطلق مین مخل ہے
بلکہ جو محدود کمال مخلوق مین پایا جاتا ہے وہ بھی خدا مین نہین رہتا
مخلوق کا کمال وخوبی اس وجہ سے نہین کہ اوسمین قواے مختلفہ کے

پیدا ہونے کی استعداد ہو بلکہ اس وجہ سے ہو کہ اوسمین قواے مذکورہ کی فعلیت بالفعل ہے۔ صداقت اور محبت اور پاکیزگی مخلوق کے قوا کی فعلیت پر موقوف ہے۔ اگر اوسکے کمال کو کبھی بھی عدم فعلیت لایق ہو جاتی تو صفاتِ مذکورہ اوسمین نہوتین اور آیندہ کو اگر کبھی بھی عدم فعلیت کمال آلہی کو لاحق ہو تو صفاتِ مذکورہ موقوف ہو جائین۔ اگر ہم کسی مخلوق سے فعلیت کو کسی وقت مین جدا تصور کرین تو معاً یہی تصور بھی لازم ہوگا کہ صفتِ مذکورہ بھی نہین تھین اور آیندہ کے واسطے بھی یہہ امر اونکے وقوع کو غیر ممکن کرتا ہے کیونکہ فعلیت ہی اونکی ذات ہے پس ذاتِ الٰہی مین خلقی خوبی یا کمال کا وجود بجز اس کے اور کسی صورت سے نہین قیاس کرسکتے کہ اوسکی صفات کو فاعلی قیاس کرین صفات مذکورہ کی فعلیت کا انکار خدا کی کمال ذاتی اور صفت اخلاق کا انکار ہے ہم فقط اتنا پوچھتے ہین کہ اگر یہوداہ کی ذات فعلیت صفات مین بالفعل کمال مطلق رکھتی ہے تو ہم کیونکر قیاس کرسکتے ہین کہ اگر فعلیت بالفعل اور ہمیشہ کو اوس سے متروک ہو جائے تو بھی وہ ویسا ہی رہے سب جانتے ہین کہ ایسا ترک اوسکی کامل ذات کی

صریح مخالف ہوتا بلکہ یہہ امر یقیناً خود ذات خدا کا ترک ہوتا کیونکہ بغیر فعلیت صفات کے خدا کیا چیز ہوتا اور اگر یہ امر اوسکے کمالات اور نیز فعلیت کا مخالف بہ زمانۂ آیندہ ہوتا تو ضرور یہی قیاس نسبت امر مذکور کے زمانہ گذشتہ مین کیا جاتا لیکن خدا کی غیر متغیر ہونیکی وجہ سے بلکہ فی الحقیقت اوسکے تمام صفات کے اعتبار سے دلیل صدر کے مطابق نتیجہ مذکورہ کا انکار ضرور ہے اوسکی کل صفات مستلزم اس امر کی ہین کہ خدا کی ازلی وجلالی ومبارک ذات ہمیشہ سے بالوجوب فاعل ہے نتایج صدر چوتھی دلیل کیطرف پہونچتے ہین —

۴۔ فعلیت صفات الٰہیہ کے ساتھہ دو معنے کا ہونا ضرور ہے ایک عامل دوسرے معمول یا یون سمجھو کہ ایک مؤثر دوسرا۔ متاثر۔ اگر فعلیت وصف دانش ظہور مین آئے تو عامل معمول دونون ضرور ہونگے یا اگر قدرت کی فعلیت وقوع مین آئے تو عامل معمول دونون ضرور ہونگے یا اگر محبت کی صفت عمل مین آئے تو محبوب وحبیب

دونون ضرور چاہئین - یا اگر رفاقت کی صفت ظاہر ہو تو عامل
ومعمول دونون پائے جائین گے - دونون معنے کو ہر صفت کی فعلیت
کے ساتھہ ضروری تعلق ہے - یا اگر پاکیزگی عمل مین آوے
تو اوصافِ حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ جو مفہوم پاکیزگی کے ہین
دو معنے یعنے عامل ومعمول ضرور رکھین گے - پس کسی صفت کی
فعلیت کا قیاس بغیر قیاس عامل کے جس سے وہ صفت سرزد
ہو اور معمول کے جسکی نسبت وہ صفت وقوع مین آئے ممکن
نہین یعنے اگر ہم کسی صفت کی فعلیت کو قیاس کرین تو دونون
معنی مذکورہ کا قیاس اوسی وقت لازم ہوگا - یہ امر ایسا ظاہر
ہے کہ زیادہ بحث کی ضرورت نہین فقط اتنا بیان کرنیکی ضرورت
ہے کہ لوگ اوسے بمنزلہٴ امر بدیہی کے تسلیم کرلین لہذا ایک
اور دلیل پیش کی جاتی ہے -

عامل ومعمول ہر اعتبار سے واحد نہین
ہوسکتے کیونکہ عامل ومعمول کے درمیان اس
قسم کے تعلقات ہین کہ شے واحد مین ایسا

اختلاف تعلقات کا ممکن نہین - امر مذکورہ کی توضیح کے لئے اس مقام پر حقیقت بہلائی کی اختیار کی جاتی ہر - جاننا چاہیئے کہ جو ذات صفات مذکورہ کی عامل ہے اوس ذات سی جو معمول صفات مذکورہ ہر ضرور ممیز (یعنے مختلف) ہوگی - یہی حال درباب پاکیزگی کے ہے کہ جو ذات سچائی اور عدل و محبت وغیرہ کی عامل ہے وہ اوس ذات سے جو معمول اصول مذکورہ کی ہے ضرور جُدا ہوگی یعنے عامل اور ہوگا اور معمول اور - ایسی ہی رفاقت کی صفت ہے کہ ادسمین جانبین کے روابط و تعلقات عامل و معمول کے فرق یک دیگری کی مقتضی ہین - اوپر کی مثالون سے کم از کم اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ بعض صفات کی فعلیت مین عامل و معمول واحد نہین ہوتے ہین یعنے اون کا تعلق یکدیگری مستلزم ایسے فرق کا ہے کہ اوسکا وجود شئے واحد یا شخص واحد مین غیر ممکن ہے یہ عمدہ حقیقت بہتیرے لوگون پر ظاہر ہو جاے گی لیکن ہمین یقین ہے کہ ذیل کا بیان حقیقت مذکورہ کو ہر منصف مزاج پر بخوبی روشن کردیگا -

اولاً - ہم فرض کرتے ہین کہ کوئی مخلوق روح ذہن کے
معمولی اوصاف سے موصوف جہان سے اسقدر جدا کہ محض تجرد
مین ہے اور بجز اپنے کسی ذات کی ہستی سے بلا لحاظ اس امر کہ
خالق ہے یا مخلوق واقف نہین ایسی فرضی حالت روح مذکورہ
کی حقیقی اور محض تجرد کی حالت کے مساوی ہوگی - تو اب ہم پوچھتے
ہین کہ وہ روح اپنی صفات کو مثلاً محبت اور پاکیزگی اور رفاقت
ہے کیونکر عمل مین لا سکتی ہے یا خیرخواہی کے اصول کو ایسی مجرد
روح کیونکر عمل مین لا سکتی ہے - اگر کہا جائے کہ شاید وہ آپ کو
محبّت کرتی تو یہہ امر مبحث سے خارج ہے کیونکہ اپنی محبّت خیرخواہی
نہین کہلاتی جس جگہ کتب مقدسہ مین یہہ مضمون آیا ہے کہ خدا
محبت ہے تو اوس سے یہ مطلب نہین ہے کہ وہ محبت اوسی اپنی
ذات سے ہے بلکہ وہ ایسی محبت ہے کہ اوسکا وقوع اورون پر
ہے اور ایسی محبت ہے کہ اوسکی پیروی کا ہمپر حکم ہے اس لئے محبّت
ایسی شے ہے جو ایک طبیعت کو دوسرے کی جانب مایل کرتی
ہے اور خیرخواہی اور رضامندی اور تعظیم سے اوس طبیعت کی
خوشی کا موجب ہوتی ہے - اگر سوائے ذات واحد کے کسی اور

ذات کا وجود ہے تو اول الذکر کی محبّت کا نوع دوسرے کے ساتھ
ممکن ہے لیکن بغیر وجود اوس ذات واحد کے وصف محبت کی فعلیت
ممکن نہوتی ۔ جیسے محبّت کی فعلیت مستلزم دو معنے کی ہے یعنے
اوسکے واسطے عامل و معمول کا وجود ضرور ہے ایسے ہی یہہ بہی
ظاہر ہے کہ عامل و معمول واحد نہین ہوتے ہین کسی نہ کسی اعتبار
سے ضرور مختلف ہوتے ہین ۔ یہی محبت اگر پاکیزگی کے اصول اور
رفاقت کے وصف پر وارد کی جائے تو یہہ تو ظاہر ہے کہ جو روح محض
تجرد کی حالت مین فرض کی گئی ہے وہ اخلاق کے خیالات اور
حالات اور اصول کو عمل مین نہین لا سکتی ہے کیونکہ سواے اپنے
کسی دوسرے کو نہ جاننے کے باعث کسی اخلاقی ربط وارتباط
یا رشتے سے واقف نہ ہو سکے گی اور جبکہ کسی خلقی رشتے سے واقف
نہو سکی تو اوس مین کسی قسم کے اخلاقی رشتے اور کیفیات مطلق
نہونگے ۔ رفاقت کا مزاج جیسے کتب مقدسہ اور عقل دونون یہوداہ
سے منسوب کرتی ہین وہ بہی عامل و معمول کے فرق کو چاہتا ہے
یعنے اوس مین بہی طبیعتونکا تعلق ایک بنام نہاد عامل کے اور دوسرا
معمول کے ضرور بالضرور مراد ہے ۔ اس سبب سے یہ وصف

اسی روح سے جو محض تجرد کی حالت مین ہو اور بجز اپنے کسی دوسرے کو کچھہ نہین جانتی ہو کسی طرح عمل مین نہین آسکتا ہے اور یہہ کہنا کہ اوسوقت مین اوسے شاید اپنی ذات سے رفاقت ہو صریح مغالطہ اور حماقت ہے کیونکہ اپنے نفس سے رفاقت بجز اسکے اور کیا کیا ہو سکتی ہے کہ اپنی طبیعت مین اوسکا خیال باندہنا اور اپنی دل سے بات چیت کرنا اور یہ رفاقت نہین کہلاتی کیونکہ رفاقت کے ٹہیک معنے یہہ ہین کہ طبیعت کو طبیعت سے ربط محبّت ہو اور ربط محبت مقتضی خیال اور راے اور ارادے اور مقصد کی دو طرفونکا ہے - ایسے ہی ایک آدمی کا تعلق دوسرے آدمی سے اور روح انسان کا خدا سے ہے کوئی کیون نہو اوسکی رفاقت اسی طرح سے ہوگی یہی حال خدا کی رفاقت کا تہا جبکہ اوسنے فرمایا تہا کہ ہم آدمی کو اپنی شکل پر بنا دین - خدا کا یہہ کلام اپنے نفس سے نہین تہا بلکہ اس مین بہی خیال وارادے اور مرضی ومقصد کی دو جانب بغرض فعلیت کار عظیمہ یعنے تخلیق ذی عقل تہین پس یہہ فرض کرنا کہ کوئی روح مجرد وحدت مین اور ایسے عالم تجرد مین ہے کہ بجز اپنے اورکسیکو نہین جانتی ہے

ایسا ہے کہ فعلیت رفاقت کی اوس حالت مین ہرگز ممکن نہ تھی
پس چونکہ فعلیت اوصاف مذکورہ کی مستلزم ایسے افعال ذہن
کو ہے کہ اونمین عامل و معمول کا دوطرفی تعلق ہوتا ہے اور
یہہ بہی ظاہر ہے کہ عامل و معمول واحد نہین ہوسکتے ہین تو
نتیجہ یہہ نکلتا ہے کہ فعلیت اس وصف کی مستلزم کسی دوسرے
ایسے وجود کی ہے جسکا تعلق بالکل جدا ہو۔ الحاصل یہ مثال
جو آدمی پر یا کسی ذی عقل پر صادق آتی ہے ازلی وابدی
روح پر بہی صادق آویگی۔

۶۔ بعض صفاتِ الہیہ کی فعلیت کے ساتھ

یہہ ضرور ہے کہ معمول اور نیز عامل ذی عقل
اور اپنے خیالات و حالات سے آپ واقف
ہو۔ یہ امر قابل ذکر ہے خصوصاً اس وجہ سے کہ وہ اوصاف
اخلاق پر جیسے سچائی اور انصاف اور پاکیزگی اور محبت اور
رفاقت ہین صادق آتا ہے دعوی ماسبق کے ثبوت سے
یہہ امر ایسا ظاہر ہے کہ فقط مختصر لحاظ کی ضرورت اس جگہ

ہوگی - بیشک یہہ ممکن ہے کہ قوت کسی بیجان چیز پر صرف کیجاے
اور ذات حساس جو ذوی العقول مین نہو اوسکے ساتھہ نیکی
کیجائے - لیکن اوصاف اخلاق کا معمول بجز ذی عقل اور
ذی اخلاق کے اور کوئی نہین ہوسکتا - اگر ہم کسی کے ساتھ
صداقت یا عدل یا پاکیزگی کا برتاؤ کرین تو ضرور ہے کہ وہ ذات
صداقت یا عدل یا پاکیزگی کو سمجھتی بہی ہو اور جب ذی عقل
ہوگی تو اوسمین عقل و خلق اور اور کیفیات ضرور ہونگی اور
اوسکا وجود مستقل اور حقیقی ہوگا اسی طرح ذی عقل کی محبت کا
مناسب معمول بہی صرف وجود ذیعقل ہو سکتا ہے - ہان یہ
ممکن ہے کہ کوئی بیجان چیز پسند آوے اور خاص قسم کا شوق
اوسکی جانب رجوع ہو لیکن اعلیٰ قسم کی محبت خواہ طبعی ہو یا
اخلاقی ہم جانتے ہین کہ وہ ذی عقل ہی کے ساتھہ ہوسکتی ہے مثلاً طبعی محبت
اوس محبت کا نام ہے جو ایک شخص کو دوسرے شخص سے ہوتی ہے ایک شخص عامل
ہوتا ہے اور دوسرا معمول - ممکن ہے کہ ہم گلاب کے پہول کو یا کسی میدان کو
یا نقش و نگار کو دیکھہ کر یا نظم کو پڑہکر خوش ہون - لیکن اس خوشی و محبت مین
بڑا فرق ہے طبعی محبت عشق کو کہتے ہین جسکے عمدہ ترین معنے یہی ہین کہ اوسکا

معمول شخص ہی ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی وحشی جانور پر شوق سے گرویدہ ہون لیکن یہہ گرویدگی طبعی عشق یا محبّت سے باعتبار اُسکے صحیح اور اعلیٰ معنے کے فرق رکہتی ہے۔ ہمارے خیال مین نہین آتا کہ اس قسم کا عشق بجا ہے معمول کے کہ اوس عشق کا پہچاننے والا ہو اور کسی کی جانب بہی ہو سکتا ہے۔ غرض طبعی عشق جیسا کچہ ہو لیکن دینی محبت کہ اخلاق سے تعلق رکہتی ہے ہمیشہ مقتضی اس امر کی ہے کہ کسی شخص کے ساتہہ ہو۔ خاص امور کی پسندیدگی یا چند چیزون کا شوق محبّت نہین کہلاتا بلکہ محبت کی کیفیات وہ ہین جو دل سے ایسی ذات ذی عقل و تمیز کے ساتہہ ہون جو انہین پہچانتی بہی ہو۔ عیسائی کی محبت خدا کے ساتہہ اور اپنے بہائی کے ساتہہ ایسی ہی ہے اور یہی حال خدا کی محبّت کا ہے۔ چونکہ خدا کی ذات ایسی ہے کہ اوسکی عقل کا کچہہ حد و پایان نہین اسواسطے اوسکی محبّت کی کیفیت بہی اوس وقت تک میسر نہین ہو سکتی جبتک کہ معمول ذیعقل و ذی تمیز نہو اور کیفیت مذکورہ کے پہچاننے کی استعداد نہ رکہتا ہو رفاقت کی کیفیت بہی بغیر ذیعقل کے صورت پذیر نہین جیسا کہ قبل ازین ذکر آچکا ہے کہ رفاقت اوس ربط و تعلق

کو کہتے ہین جو ایک طبیعت کو دوسری طبیعت سے ہوتا ہے۔ ایسا تعلق طرفین صاف اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ عامل اور نیز معمول دونون کا ذیعقل و ذی تمیز ہونا ضرور ہے۔ چونکہ چھون دلایل صدر ایسے دعوٗن کی تمہید مین پیش کئے گئے ہین جو مناسب طور پر تثلیث پر صادق آتے ہین اسواسطے بطور خلاصہ کے مکرر ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی ۔ دلیل مین یہہ ذکر ہے کہ صفات الہیہ مثل اوس کی ذات کے واجب ہین یعنے مجموعہ صفات ہی کا نام ذات ہے۔ **دوسرے** مین یہہ ثابت کیا ہے کہ فعلیت صفات الہیہ کی ہمیشہ سے ہے **تیسرے** مین یہہ بیان ہے کہ فعلیت صفات متقضی عامل و معمول کی ہے۔ **چوتھے** مین یہہ بحث ہے کہ عامل و معمول ہر اعتبار سے واحد نہین ہو سکتے بلکہ ایک کو دوسرے سے امتیاز حقیقی ضرور ہے۔ **پانچوین** دلیل سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ فعلیت صفات کے واسطے معمول کا ذی عقل و ذی تمیز ہونا اور وجود مستقل رکھنا ضرور ہے۔ اب ہم یہہ دریافت کرینگے کہ معمول یا معمولین کون یا کیا چیز ہونا چاہیئے جسکے ساتھہ صفات الہیہ کی فعلیت ظاہر ہو۔ ہم جانتے ہین کہ باپ بنفسہ فاعل و عامل ہے لیکن معمول یا معمولین کون ہین یا کیا چیز

ہین - اس بحث کے ثبوت مین چند دلایل ادرذیل مین درج کئی جاتے ہین

۱۷ - مخلوقات مین ایسے معمولین بہت کثرت سے ہین جنکے ساتھہ فعلیت صفاتِ الہیہ کی عمل مین آئی تھی اور اتبک آتی ہے لیکن معمولین کیسے ہی کثیر التعداد ہون کمالاتِ الٰہی کی غیر محدود ازلی وابدی اور کامل صفات کے لئے نہ کثرت کے نہ زمانے کے اعتبار سے کافی ہین ثبوت اسکا اس طرح ہے - اولاً عمر جہان کی محدود ہے - ایک زمانہ ایسا تہا کہ جہان معدوم تہا یعنے اوس کا مطلق وجود نہ تہا نہ حال کی صورت مین نہ کسی اور صورت مین یعنے مادے کا بہی مطلق وجود نہ تہا - لیکن یہوواہ کی جیسی ذات قدیمی ہر ویسے ہی اوسکی صفات بہی قدیمی ہین اور جیسی اوسکی قدرتین بالفعل عمل مین آتی ہین ویسے ہی ازل سے عمل مین آئی ہین - اس امر کو دلیل ثانی مین ہم ثابت کر چکے ہین جب یہہ معلوم ہو چکا کہ جہان باعتبار زمانے کے

محدود اور یہوواہ کی ذات غیر محدود ہے اور فعلیت صفت
الہیہ کو ذاتِ الٰہی سے تعلق ضروری ہے تو یہ غیر ممکن ہے
کہ جہان فعلیتِ صفات کا عمدہ محل ہو۔ اگر کہا جائے کہ وجود
خلقت بہت پُرانا ہے تو بھی نتیجۂ مذکورہ مین خلل نہین آتا ہے۔
جہان کی مُدّت العمر کو جسقدر چاہو بڑہاؤ۔ اگر کڑوڑون بلکہ پدمون
اور سنکھون برس کا زمانہ تصور کرو تب بھی یہی کہنا پڑیگا کہ جہان
کی مُدّت العمر محدود ہے اور غیر محدود سے کچھ بھی اوسے نسبت
نہین۔ قبل اس سے کہ عدم وجود مین آیا ایک زمانہ تھا کہ
اوس مین بھی فعلیتِ صفات الہیہ برابر جاری تھی۔ اوسکی
دانائی اوسکی قدرت اوسکی نیکی اوسکی محبّت اوسکی پاکیزگی
اوسکی رفاقت اون زمانون مین بھی عمل مین آتی تھی کہ جنکا
تصور ہمارے ذہنون کو حیرت مین ڈالدیتا ہے۔ ذاتِ یہوواہ
کی قدامت کے سامنے جہان کی مُدّت العمر کل کی بات ہے
اسواسطے جہان صفاتِ یہوواہ کی فعلیت کا مناسب محل
یا فقط وہی ایک محل نہین ہوسکتا ہے۔

ثانیاً۔ جہان کا وجود امرِ اتفاقی تھا اور فعلیت صفاتِ

الہی کی ضروری وواجبی ہے - واقعۂ اتفاقی وہ ہے جو ہووی یا نہو
اور معدوم ہونا اوسکا ممکن قیاس کیا جائے پس جہان چونکہ وجود
مستقل نہین رکھتا بلکہ خالق کی مرضی پر اوسکا وجود موقوف ہے
اس لیے قیاس چاہتا ہے کہ کسی وقت مین موجود نہ تھا تو ممکن
ہے کہ بالفعل معدوم ہوجائے اور زمانہ ہاے دراز آیندہ
تک معدوم رہے بلکہ تمام ازمنۂ آیندہ مین معدوم رہے کیونکہ
اوسکا وجود واقعۂ اتفاقی تھا پس یہہ قیاس کرنا کہ فعلیت صفات
الہیہ کی محدود بہ تخلیق و نظم و نسق عالم تھی ایسا ہے کہ گویا فعلیت
مذکور موقوف امر اتفاقی پر تھی اور یہ کہ یہوواہ کی فعلیت صفات
نہ فقط عالم کی قلیل مدت العمر پر محدود تھی بلکہ وجودِ عالم کے
حالات اتفاقی پر موقوف تھی - یقیناً یہہ دعوی بعینہ ایسا
ہے کہ تخلیقِ عالم سے قبل فعلیت مطلق نہ تھی - اور ممکن ہے
کہ بالفعل بھی شروع نہ ہوتی اور کڑوڑہا زمانون آیندہ مین
ابھی وقوع نہ ہوتا بلکہ ممکن ہے کہ ابد تک نہ واقع ہو یعنے
ممکن ہے کہ دانائی اور قدرت اور نیکی ومحبت و پاکیزگی کبھی
بھی مطلق وجودِ حقیقی نہ رکھین کیونکہ فعلیت کو موقوف بہ اتفاق

کرنا تمام حالات اتفاقی کا تابع گردانتا ہے اور یہہ صورت مفروضہ لازم کرتی ہے کہ جب اتفاق عامل ایسا ہے جیسا کہ مذکور ہوا تو فعلیت صفاتِ الٰہی کا اتفاق ضرورتاً ویسا ہی ہو۔ مگر یہہ قیاس اسقدر نامعقول ہے کہ ایک لحظہ بہر کو بہی نہین فرض کر سکتے بلکہ اسکی تردید اور اسکے مخالف دلیل کی تصدیق ہمارے عندیہ مین ضرور ہی۔ پس فعلیت صفاتِ الٰہی چونکہ ضروری اور قدیمی ہی اور مخلوق واقعۂ اتفاقی ہے اسواسطے مخلوق مناسب محل یا فقط وہی ایک محل فعلیت صفاتِ مذکورہ نہین ہوسکتی۔

ثالثاً۔ خلقت مناسب محل یا فقط وہی ایک محل فعلیتِ صفاتِ مذکورہ نہین ہوسکتی۔ کیونکہ خدا کی ذات خلقت پر موقوف نہین ہے وہ واجب الوجود ہے اور خلقت ممکن الوجود جیسے خدا کی ذات واجب ہی ایسی ہی اوسکی صفات بہی واجب ہین اور جیسی اوسکی صفاتِ مستقل و واجب ہین ایسے ہی اونکی فعلیت بہی مستقل و واجب ہے ایسا دعوی کہ فعلیت صفات کے واسطے فقط عالم ہی ایک محل ہی

خدا کی ذاتِ واجب الوجود کا انکار اور اوسکے وجود کو موقوف
بہ مخلوق کرنا ہے۔ خوشی و پاکیزگی و کمال مطلق کو اوسکی فعلیت
صفات سے تعلق ضروری ہے ہم اِس امر کو دلیل ثانی مین ثابت
کر چکے ہین اس سبب سے فعلیت صفاتِ الہیہ کو مخلوق پر محدود
کرنا بڑی حقیقت کا انکار اور اوسکی خوشی و پاکیزگی و کمال کو
مخلوق پر موقوف کرنا ہے اور یہہ اشد حماقت ہے۔ خدا کی
ذات آپ سے آپ ہے کسی مخلوق کی یا ایسی شئے کی جو
اوسکی ذات سے جُدا و خارج ہو محتاج نہین سمر دلکھتا ہے
کہ ایلیوس نے اپنے مقابل سے یہ سوال کیا۔
کس چیز نے خدا کو سورج اور چاند اور ستارون سے آسمان کو زینت
دینے کی رغبت دلائی۔ کیا قبل اس سے وہ تاریکی مین بڑا طمینانی
سے سکونت کرتا تھا اور پھر بہتر سکونت چاہی۔ اگر یہ صحیح ہے
تو اتنی مدت تک اپنی خواہش کو بغیر پورا کرنے کے کیونکر رہا۔
ہر چند کہ یہہ سوال بے ادبانہ اور ملحدانہ معلوم ہوتا ہے لیکن
فعلیت صفاتِ باری کو عالم سے محدود کرنا سوال کی نامعقولیت
اور کفر کو صاف ظاہر کردیتا ہے اور یہ سوال اِس لایق نہین کہ

اوسکا جواب دیا جائے جیسا کہ ہم قبل ازین ثابت کر چکے ہین کہ فعلیت صفات باری اگر اوسکی خوشی اور پاکیزگی اور کمال مطلق کو واجب ہے اور اوس فعلیت کے واسطے کوئی موضع یا محل بجز عالم کے نہین تو لازم آویگا کہ جب تک عالم نے صورت نہین پکڑی خدا کامل اور خوش نہین تھا۔ لیکن کتب مقدسہ اور نیز عقل دونون متعدد ثبوت اس امر کے رکھتی ہین کہ وہ خدائے ذی برکت ہے مطلق برکت اور ہمیشہ کے لئیے ہے۔ اوسکی برکت کی کچھ حد و پایان نہین نہ اوسکی برکت کسی دوسرے کی محتاج ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک ہے وہ کامل مطلق ہے اور بحید و غایت کافی مطلق ہے جو چیز اوسنے بنائی اوسکا وہ محتاج نہین وہ پہلے بھی ایسا ہی کامل و خوش تھا جیسا اب ہے اگر اب بھی جہان پیدا نہ ہوتا تو بھی وہ ویسا ہی خوش اور کامل ہوتا اگر پیدایش کا فعل اول کروڑون برس کو ملتوی ہو جاتا اور زمان حال سے مدت بعد تک ملتوی رہتا تو بھی خدائے بے نیاز اپنے کمال کی فعلیت سے کامل خوش ہوتا اور اگر وہ مقرر کر لیتا کہ ابد تک عالم کو نیست سے ہست نہ کرے تو بھی

ذاتِ الٰہی باوجوب فاعل اور بجید و غایت خوش ہمیشہ رہتی اس حقیقت کا انکار خدائے ازلی کے وجوب کا اور صفاتِ معبودیت سے ایک صفت کا انکارِ مطلق ہے اور خدا کے کامل و کافی مطلق ہونے کا اقبال عین اِس معنی کا اقبال ہے کہ اوس کے صفات ازلی کی فعلیت اور اوسکی بجید و غایت و خوشی کا ہنبع تمام مخلوق کے وجود سے قبل اور اوس کے وجود کا غیر محتاج تھا۔

رابعًا۔ عالم محدود ہے۔ اس وجہ سے مناسب محل اور فقط وہی ایک محل فعلیت صفاتِ الٰہیہ نہین ہو سکتا ہے عالم کی وسعت اوسکی مدتِ عمر کی شکل چاہیے کتنی بڑی ہو مگر محدود ہے۔ لیکن خدا کی صفات بجید و غایت اور غیر محدود ہیں اِس سبب سے ظاہر ہے کہ عالم کتنا ہی وسیع ہو مگر خدا کی لیاقت اور استعداد کے مناسب نہین نہ اسقدر گنجایش رکھتا ہے کہ اوسکے صفات کی کامل و غیر محدود فعلیت اوسمین سما سکے۔ پس اگر قوائی فاعلی اپنی ذاتی غیر محدودیت کی مناسب موثر ہون تو معمولین بھی جو انسے متاثر ہون یا جنپر قوائے مذکورہ کا عمل ہو ضرور ہے کہ غیر محدودیت کے وصف سے

موصوف ہون مثلاً اوسکا ایک وصف غیر محدود دانائی ہے تو
معمول یا معمولین بہی اوسکے مناسب یعنے غیر محدود ہونے چاہئین
اس سبب سے عالم با وصف تمام اپنی وسعت کے مناسب
معمول نہین ہوسکتا وہ محض بے حقیقت اور تہوڑا ہی علیٰ ہذا القیاس
محبت ہے۔ یہ وصف غیر محدود ہے اگر غیر محدودیت کی مناسب
اسکی فعلیت ظاہر ہو تو معمول ضرور ہی غیر محدود ہونا چاہیئے۔
لیکن ہر طبیعت مخلوقہ محدود ہے اور کل طبائع مخلوقہ جو جہان مین
ہین وہ سب بلکہ محدود ہین۔ لہذا غیر محدود وصف یعنے محبت الٰہی
کی قابلیت زنہار نہین رکہتی ہین ایسے ہی رفاقت کا وصف کتب
مقدسہ اور عقل دونون کی روسے خدا سے منسوب کیا گیا ہے۔
رفاقت کی فعلیت عامل کی استعداد کے مناسب معمول کی غیر
محدود استعداد کی مقتضی ہے۔ لیکن جب یہ دیکہتے ہین کہ جہان
کی تمام طبائع مخلوقہ محدود ہین تو کونسا ذیعقل مخلوق۔ خدا کی
وصف کے لایق ہے۔ اگر وصف رفاقت مستلزم دوطرفی
تعلق کو ہے تو طرف ثانی بہی قابلیت اور استعداد مین ویسا ہی
ہونا چاہیئے۔ اگر طبیعتین مصروف بہ رفاقت۔ عامل و معمول کا

تعلق یکدیگری رکھتی ہین تو ضرور ہے کہ ہر ایک مین قوت اور استعداد
مناسب ہو- اگر ایک غیر محدود ہے تو دوسرا بھی ویساہی ہونا
چاہیے ورنہ تعلق یک طرفی اور محدود ہو گا- غیر محدود طبیعت کے
خیالات اور مقاصد اور ارادے اور کیفیات اوصاف اخلاق
اچھی طرح پہچاننے اور اونکے طرف ثانی ہونے کی کامل استعداد
رکھنے کے واسطے غیر محدود لیاقتین طبعی اور اخلاقی رکھنا ضرور ہے
پس اگر خدا کا وصف رفاقت کامل طور پر عمل مین آوے یعنی جسقدر
اوس مین گنجایش ہے اوسقدر موثر ہو تو ایسی فعلیت کیواسطے
کوئی مخلوق طبیعت لایق نہ ہو گی روح انسانی بھی ایسی چیز سے
جو مخلوق سے فروتر ہو سیر نہین ہوتی مخلوق گوکیسی ہی وسیع
اور کثیر ہو طبائع انسانی کی لیاقتون کے مناسب نہین ہے
طبائع انسانی کی خواہشات جو ہمیشہ ترقی پذیر رہتی ہین اونکی
مناسب کوئی ایسی شی جو صوغایت رکھتی ہے نہین معلوم ہوتی
اگر کسی روح انسانی سے کہا جاتا کہ اوسے تمام مخلوق پر ہمیشہ کیواسطے
اختیار دیا گیا اور فقط مخلوق ہی مین سے اوسکے تخیلات اور
کیفیات اور رفاقت اور خوشی کے معمولین ہوا کرینگے اور ذات

غیر محدود کو معمول بنانے کا اختیار نہین دیا جائیگا تو یقیناً روح آپکو
مقید اور محدود جانکر ذاتِ غیر محدودہ کے معمول بنانیکی بڑی آرزو
کرتی اگرچہ خود محدود ہے مگر یہہ دیکھتی ہے کہ تصور کی قدرت اور
اور قوی جو مجہہ مین کسی بے انتہا مقصد کے واسطے بنائے گئے ہین
اور میرا بقا مجہے تمام جہان سے کسی عمدہ ترین چیز کے لایق کرتا
ہے - جو ذات کہ عقل و تمیز رکہتی ہو اور غیر فانی ہو اوسکا مناسب
معمول خدا ہی ہو سکتا ہے - روح جو بے پایان ہے جسکے طبعی و
خلقی اوصاف کچہہ حد و غایت نہین رکہتے ہین اوسکی سیری بغیر
وصل خدا کے نہین ہو سکتی کیونکہ کوئی اور معمول اوسکی ذات کی
مناسب نہین اس لیے یہہ امر ہماری ترکیب اور ضروریات
ذہنی و روحی کے مناسب ہے کہ خداے تعالی نے اپنے فضلِ
عمیمی اور لطفِ کریمی سے اپنی ذات کو تمام ذوی العقول کا
معمول بنایا ہے یعنے اوسنے اپنے بندون کو یہہ اختیار دیا ہے
کہ اوسے ڈہونڈہین اور اوسکے وصل کی آرزو کرین - لیکن ہم پوچہتے
ہین کہ اگر محدود معمول طبیعتِ محدودہ کے مناسب نہین تو پہر غیر
محدود طبیعت یعنے خدا کے اوصاف و قوی اوسکے مناسب کیونکر

ہوسکتے ہین کیا خدا آدمی سے بھی کمتر ہے۔ اگر طبائع انسانی تمام عالم کو اپنی خواہشات کے سامنے بےحقیقت جانتی ہین تو بھی وہ خدا کی غیر محدود طبیعت کے لئے کیونکر کافی ہوگا۔ اگر آدمی یا فرشتہ بجز غیر محدود کے اور کسی چیز سے تسکین نہین پاتا تو طبیع الہی اوس سے کمتر سے کیونکر تسکین پا سکتی ہے پس اس بحث سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عالم بوجہ غیر محدود ہونے کے خدا کے اوصاف کمالات کی فعلیت کے واسطے معمول کامل وکافی نہین خلاصہ اس دلیل کا کہ موئید ہمارے دعوی کے ہے یہہ ہے کہ صفات الہیہ کی فعلیت قدیمی ہے لیکن عالم کا وجود فقط مدت محدود کے واسطے ہے اسواسطے خدا کے صفات کی فعلیت قبل موجود ہونے کسی مخلوق کے ضرور ہوگی فعلیت صفات کی وجوبی ہے لیکن وجود عالم اتفاقی تھا اور جو بنفسہ واجب الوجود ہو وہ اتفاق پر محمول نہین ہوسکتا۔ فعلیت صفات الہیہ کی ضرور مستقل ہونی چاہیئے کیونکہ واجب و قدیم ہے وجود مخلوق پر کسی طرح موقوف نہین ہوسکتی خدا کی صفات غیر محدود اور مخلوق بالاجماع محدود ہے اسواسطے کمالات الہیہ کی فعلیت کا مناسب اور فقط وہی

ایک معمول نہین ہوسکتی - اگر ہم وجوہ صادرسے کوئی بھی اختیار کرین
نہین تو وہ ہمارے نتیجے کی مؤید ہوتی ہے تو جب کہ کُل جمع کرکے ہم دیکہین
تو ہماسے اس دعوے کے انکار ہے - کہ مخلوق یہوواہ کی
غیر محدود صفات کی فعلیت کا وہی ایک مناسب اور فقط معمول
نہین ہوسکتی ہے چہار چند حماقت ظاہر ہوگی اسواسطے ہمین کسی
ایسی چیز کا متوقع ہونا چاہیئے جو قدیم سے بعید وغایت ہو اور تمام
مخلوق سے برتر ہو اور یہ امر پہونچتا ہے طرف دلیل ہفتم کی -

۷ - فقط ذاتِ الٰہی ایسا معمول ہے کہ اوس مین
صفاتِ الٰہیہ کی کامل فعلیت کیواسطے مناسب
گنجایش اور استعداد ہے - خدا کے مستقل وغیر محدود
صفات کے کمال مناسب ہے اگر ایسا کہا جائے کہ اوسکا
مناسب معمول اوسی کی ذات مین ہے - خالق و مخلوق اور
کامل وغیر کامل اور مستقل وغیر مستقل کے درمیان اصل امتیاز
فقط یہی ہے - مخلوق تسکین کی متوقع ایسی چیز سے ہوتی ہے
جو اوسکی ذات سے برتر ہے اسواسطے عقل مقتضی اسکی ہے کہ وہ

تمام موجودات اور تمام برکتون کا منبع ہے اوسکی تسکین کے لئے
مناسب معمول اوسکی صفات کی غیر محدود فعلیت کے واسطے بجز
اوسکی ذات کے اور کچھہ نہ ہو تو اگر صفاتِ الٰہی کی فعلیت ازل
سے جاری ہے اور مخلوق اونکا مناسب معمول نہین تو ذات
الٰہی آپ ہی اپنا معمول ہوگی ۔ بجز خدا کے اور کچھہ غیر محدود نہین
کتبِ مقدسہ اور عقل دونون سے بکثرت اس امر کا ثبوت ملتا ہی
کہ غیر محدود اور کاملِ مطلق وہی ہے ۔ جیسی اوسکی ذات واجب
ہے ایسے ہی صفت کمال مطلق اور غیر محدودیت کی صفت اوسمین
بالوجوب ہے اسواسطے اوسکی فعلیتِ صفات کی کامل گنجائش
اوسی کی ذات مین ضرور ہونی چاہئے ۔ اور چونکہ اوسکے صفات کی
فعلیت ازلی ایسی ہی واجب ہے جیسے اوسکے صفات کا ہونا واجب
ہے تو نتیجہ یہہ نکلتا ہے کہ فقط یہی نہین ہے کہ اوس کی ذات
فعلیتِ صفات کی کاملِ گنجایش رکھتی ہے بلکہ یہی ایک مخصوص
طریق فعلیتِ صفات کے امکان کے واسطے اوسکی ذات مین ہی
کیونکہ اگر اوسکی ذات مین کوئی طریقِ فعلیت نہوتا تو کمالاتِ الٰہی
کی فعلیت مطلق عمل مین نہین آتی اور اسلیئے ذاتِ الٰہی ضرور غیر کامل

ہوتی - اوسکا کمال مطلق اور اور اوصاف مستلزم اسکے ہین کہ اوسکی ذات مین اوسکی قدرتون کی فعلیت کو پوری وسعت حاصل ہو اور اوسی ذات مین ایسا مخصوص طریق ہو جس سے فعلیت ممکن ہو اور عمل مین آوے دلائلِ مسبوق الذکر سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور ایک اور منطقیانہ دلیل بھی پیدا ہوتی ہے -

۸ - اگر فقط ذاتِ الٰہی مناسب معمول فعلیتِ صفات کا ہے تو ذاتِ الٰہی کا مخصوص طریق ضرور قابلیت اس امر کی رکھے گا کہ عامل و معمول دونون اوسی مین ہون - دوسری دلیل

مین یہہ ثابت کیا تھا کہ فعلیتِ صفات کے لئے عامل و معمول دونون کا ہونا ضرور ہے اور چھٹی دلیل مین ثابت کیا ہے کہ چونکہ عالم مناسب معمول نہین ہوسکتا - اسواسطے تحقق عامل و معمول دونون کا ذاتِ الٰہی مین ضرور ہے - اور چونکہ ہم اسکا انکار نہین کرسکتے کہ کمالاتِ الٰہی کی فعلیت دونونکی مقتضی ہے

اور کوئی معقول و مناسب معمول کسی محدود ذات مین پایا نہین جاتا تو بجز اسکے اور کچھہ نتیجہ نہین نکلتا کہ طبع الہیہ کا مخصوص طریق ضرور ایسا ہی ہوگا کہ عامل و معمول دونون اوسی مین ہون اور نتیجہ اسکا نوین دلیل ہوگی۔

۹۔ چھٹی دلیل مین ثابت ہو چکا ہے کہ عامل و معمول کسی صورت سے واحد نہین ہو سکتے کیونکہ اونکے تعلقات یکدیگری مستلزم ایسے اختلاف کے ہین کہ شے واحد مین اونکا امکان نہین اس لئے عامل و معمول کے درمیان ایسا امتیاز ضرور ہے جو الوہیت مین کسی قسم کی جمعیت کی قابلیت رکھے۔

۱۰۔ اگر ذات الٰہی کسی جمعیت کی قابلیت رکھتی ہے تو وہ جمعیت تشخصات کی ہوگی۔

لیکن اس جمعیت کو قیاس کرنا صحیح نہین ہوگا کیونکہ یہہ امر اس دلیل کے واسطے ضرور نہین ہے بلکہ یہ بات کتب مقدسہ کی شہادت کے خلاف اور نظم و نسق فطری سے غیر یقینی تصور کی گئی ہے تاہم جیسا کہ چوتھی دلیل مین ثابت ہو چکا ہے جمعیت برائے نام

نہین بلکہ حقیقی ہے۔ اور یہہ جمعیت خدمات کی جمعیت نہین ہے کیونکہ مجرد خدمت کی جمعیت گو کیسے ہی مختلف ہو با خود ہا عامل و معمول نہین ہوسکتی ہے۔ نہ مجرد ذات و صفات کی ترکیب جمعیت لالاتی ہے کیونکہ انہین بہی باخود ہا یہ قابلیت نہین کہ ایک عامل ہو اور دوسرا معمول۔ اسواسطے ضرور ہے کہ وہ جمعیت تشخصات کی ہو۔ ایسی تشخصات کو اونمین امتیاز عقل ہو۔ یہہ بات چوتہی دلیل سے ثابت ہوچکی ہے لیکن ذیل مین کچہہ بیان اور زیادہ کیا جاتا ہے بعض صفات مین خصوصاً کمالات اخلاق مین عامل و معمول کے تعلقات اس قسم کے ہوتے ہین کہ فقط ایسے شخصون سے جو عقل و تمیز اور اختیار رکہتے ہین قایم ہوسکتے ہین۔ مثلاً محبت و خلق الٰہی عمدہ ترین صورت مین بجز ذیعقل و ذی تمیز کے اور کسیکے ساتہہ نہین ہوسکتا۔ پاکیزگی کا وصف جسمین صدق و عدل و وفا بہی شامل ہے اگر اوسکی فعلیت بہتر طور پر ہو تو بجز ایسی ذات کے جو صدق و عدل وغیرہ کی قدرشناس بہی ہو اور کسی کے ساتہہ قایم نہین ہوسکتی۔ پس ایسا معمول ضرور ہے کہ کوئی شخص ہو۔ رفاقت کی فعلیت جیسا کہ ذکر ہوچکا ہے خیال اور مزاج اور نیت

اور مقصد اور الفت کے دوطرفی تعلق کی مقتضی ہے اسواسطے اوسکا
عامل اگر کوئی شخص ہو تو معمول بھی کوئی شخص ہونا چاہیئے + بالفعل
ہم اوس مرتبے کا جو عامل و معمول مین ہے اور جسکے سبب سے یہ شخص
قایم ہین اور بھید و غایت تعلق ایک کو دوسرے سے ہے کچھہ ذکر نہین
کرتے ہین - اسکا ذکر بعد کو ہوگا -

اس جگہہ ہم اس امر کی طرف متوجہ ہوتے ہین کہ معمول اور نیز عامل
کوئی شخص یعنے اقنوم ہونا چاہیئے + اگر ایسا ہو تو ذات الٰہی کی جمعیت
ضرور بالفرور شخصون کی جمعیت ہوگی - اس طرح عقل ہمین الہامی مسئلہ
کے موافق بتدریج اس نتیجہ کیطرف پہنچاتی ہے کہ الوہیت مین تشخصات
کی جمعیت ہے اور جو راے اول ظاہر کی گئی تھی وہ دلایل مستحکم کی
شل مستقل ہوگئی اور عقل و نقل دونون موافق ہین - ہم جانتے ہین
کہ اس دلیل مین کوئی بات بے ثبوت یا کوئی دعوی فرضی نہین اختیار
کیا گیا ہے - ہر دعوی نوبت بہ نوبت اوپر کی دلیل سے عقلاً پیدا
ہوا ہے اور کل دعوی دلایل مدلل سے ثابت ہوتے ہوتے ایسے اخیر نتیجے پر
پہونچے ہین جو عقلاً ضروری معلوم ہوتا ہے - دلایل ماسبق سے البتہ
اسکا یقین نہین ہوا کہ فقط دو یا تین اقانیم الوہیت مین ہین بلکہ

اتنا ثابت ہوا کہ خدا کی ذات مین شخصون کا امتیاز یعنے جماعت ہے۔
لیکن کتب الہامیہ تعین مین ہو چکی ہے کہ باپ اور بیٹا اور روح القدس
تین شخص ہین۔ اب مین بعد ازین مناسب طور سے ثابت کرون گا
کہ یہ مسئلہ (یعنے تثلیث کا) موافق عقل ہے۔

۱۱۔ الوہیت کا اور اقنوم واجب الوجود اور

قدیم ہے۔ جو کچھ ذات الہی مین ہے ضرور ہے کہ واجب الوجود
اور قدیم ہو۔ ایسی کوئی چیز خدا کی ذات مین نہین ہو سکتی جو اتفاقی یا
ممکن الوجود ہو۔ اسکی ہر صفت بہی واجب اور قدیم ہے (پہلی
دلیل دیکھو) اس سبب سے جو کچھ صفات پر صادق آتا ہے
وہ بطریق اولی اقانیم پر بہی صادق آئے گا۔ پس اگر الوہیت کو
وحدت وجیبہ ہے تو جماعت بہی واجب ہوگی اور جب جماعت ذات
الہی کو واجب ہوئی تو کل اقانیم بالاجماع خدا کی ذات ہوئی اور ہر
اقنوم قدیم و واجب ہوا۔

۱۲۔ الوہیت کے اقانیم مستجمع صفات غیر محدود

ہونا چاہئین - جب کہ ہر اقنوم واجب وقدیم ہو تو جو صفات ذات واجب مین ہین وہ بہی ویسین ہونا چاہئین - جو اقنوم خدا کی ذات مین موجود ہر ادہین وہ کمالات بہی ہونگی جو خدا کی ذات مین ہین - اسلئے باپکی غیر محدود دانائی اورقدرت خالقی کمالات اور نیکی وپاکیزگی بیٹے مین اور روح القدس مین ضرور ہوگی - صفات الہیہ کی فعلیت سے یہی حقیقت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اگر غیر محدود عامل مقتضی غیر محدود معمول کا ہے - تو الوہیت کے اقانیم جو باہمدیگر عامل ومعمول ہین - ہر ایک انمین کا غیر محدود ہوگا (چھٹی دلیل دیکھو) -

۱۳ - الوہیت کے اقانیم کا ہمرتبہ ہونا ضرور ہے

غیر محدود [illegible]یت مین کمی بیشی کو دخل نہین ہے اور محدود وغیر محدود کے درمیان کچھہ [illegible]بت نہین - اگر الوہیت کا ایک اقنوم دوسرے سے مرتبے اور بزرگی وغیرہ مین کچھہ بہی کمتر ہو تو بحید دنہایت کمتر ہوگا - لیکن اوپرکی دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہر اقنوم غیر محدود ہے - اور چونکہ ہر ایک کی ذات الہی ہے اسواسطے ہر ایک کے صفات کمالات الہی وغیر محدود ہون گے - اورچونکہ

ہر ایک کے صفاتِ کمالات غیر محدود ہوئے تو کسی مین رتبے کی کمی وبیشی نہین ہوسکتی ہے اور کل اقانیم الٰہیہ مرتبے اور بزرگی اور قدرت مین برابر ہونگے - اور یہ برابری اون تعلقات مین جو اقانیم خدا رکھتے ہین (یعنے باپ اور بیٹا اور روح القدس) کچھ مخل نہین -

۱۴ - چونکہ ہر اقنوم مین وجود صفات الٰہیہ کا واجب ہے تو ضرور ہے کہ اور اقنوم سے فعلیت صفات قدیم سے ہو - یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ذاتِ باری کو فعلیت لازم ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر اقنوم کو یہ فعلیت لازم ہے اگر ایک اقنوم کو لازم ہو - تو دوسرے کو بھی اوسی وجہ سے لازم ہوگی یہ نہین ہوسکتا کہ ایک کو لازم ہو اور دوسرے کو نہ ہو - بلکہ الوہیت کی فعلیت ہر مبارک اقنوم کا قدیمی وصف ہے -

۱۵ - چونکہ ہر اقنوم سے فعلیتِ صفات

الہیہ قدیم سے جاری ہے تو نتیجہ یہہ نکلتا ہے
کہ سب اقانیم ہمیشہ سے باخودہا عامل و معمول
ہین اور ہمیشہ تک ایسے ہی رہین گے - اس سے
صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ذات الٰہی بنفسہ غیر محدود فعلیت کا
محل اور غیر محدود برکت کا منبع اور کسی مخلوق کے وجود کی
محتاج نہین - اور جو کوئی پوچھے کہ طبع الٰہی اوس وقت مین
کیا کرتی تہی جبکہ مخلوق کا وجود نہ تہا - یہ امر ہماری مختصر
بحث سے خارج ہے اور کتب الہامیہ مین ہم اسکا کچہہ
اشارہ نہین پاتے ہین - یہ اوس خدا کا سر عظیم ہے جسے نہ کسی
نے دیکہا نہ دیکہہ سکتا ہے جسکی کنہ حکمت کو کسی مخلوق کی عقل
کبہی نہین پہونچ سکتی - لیکن اس بات کے کہنے کے لئے کہ
الوہیت کے اقانیم مین کمالات الٰہی کی فعلیت باخودہا جاری
تہی - خدا کی کنہ حکمت کو پہونچنا کچہہ ضروری نہین یہ ہم پہلے ہی
ثابت کر چکے ہین کہ فعلیت اوسے لازم تہی اور یہان یہ دیکہتے
ہین کہ فعلیت کے واسطے بے انتہا وسعت ہے - باپ اور

اور روح القدس قدیم سے ایک ہین - اور اتحادِ تعلقات
اور وجودِ صفاتِ الہیہ ایسا ہے کہ کمال مرتبے کی الفت او نمین
بالخود ہاہو ضرور ہے کہ ہر اقنوم دوسرے کا خیرخواہ اور محبت
کرنے والا ہو - ہر اقنوم محب ومحبوب دونون ہو - ازل سے
باپ کو بیٹے کی اور بیٹے کو باپ کی بے غایت محبت تھی - اور
ان دونون مین ہر ایک کو روح کی بیحد محبت تھی - اور
علیٰ ہذا القیاس روح القدس کو دونون کی یہ غیر محدود باہمی
محبت یعنے تینون محبتون کا مجموعہ ایک ذات مین تھا -
جسے ہم خدا کہتے ہین اور اس بیحد وغایت باہمی محبت کے
خیال کے ساتھ بیحد وغایت برکت بہی ضرور ہوگی - باپ
اپنی شباہت اپنے بیٹے مین دیکھتا ہے اور باپ اور بیٹا دونون
اپنی صورت روح القدس مین پاتے ہین - یہ نہین کہ ناکامل
طور پر جیسی مخلوق مین ہے بلکہ صفائی سے اور کامل طور پر
جو طبیعتین ایک دوسرے سے ایسی ملی ہوئی اور خوش ہون
تو اون مین کمال ہی رفاقت ہوگی - یہ تینون ازل سے ایسی
متحد تہے کہ کوئی اور صورت ممکن نہ تھی - تمام کیفیتین ایک کی

دوسرے مین برابر تھین ۔ تمام آثار ارتباط واخلاق تینون مین
باخودہا موجود تھے ۔ اگرچہ ہمارے خیالات اور تصورات
ایک سے نہین اور رائین مختلف اور ذات ناکامل اور طبیعتین
جُداگانہ رکھتے ہین با این ہمہ پاک محبّت جو ایک طبیعت کو
دوسری سے ہوتی ہے اصل موجب عمدہ واعلیٰ خوشی کا ہے ۔
اور جو خوشی خدا کی مقاربت اور رفاقت سے حاصل ہوتی
ہے اوسکی عمدگی اور اولویت بدرجہا بڑھکر ہوگی ۔ اور جبکہ
رفاقت انسانی کی خوشی کا یہ حال ہے ۔ تو الوہیت کے اقانیم
ثلاثہ جنکے اوصاف کی کچھ حد وغایت نہین جو اپنی صفات
مین کامل مطلق اور جنکے رشتۂ باہمی غیر متغیر اور قدیمی جنکے
کل خیالات اور مقاصد اور آثار اور کیفیات طبیعت کے
یکسان ہین اون کی باہمی رفاقت کی خوشی کا کیا حد وحساب
ہوگا جیسی اونکی ذات کامل مطلق ہے ایسے ہی اونکی خوشی بھی
ہوگی ۔ جیسی اونکی لیاقت غیر محدود ہے ایسے ہی اون کی
خوشی بھی ہوگی اسی طرح الوہیت کے اقانیم کے درمیان صفات
پاک عمل مین آوینگے اور اگرچہ اونکا اتحاد باہمی اس قسم کا ہے

کہ تغیر و تبدل کو مطلق دخل نہین لیکن بوجہ اسکے کہ تین وجود ممیزہ رکھتے ہین تعلقات روحی باخودہا ضرور ہونا چاہئین اور اون تعلقات کے سبب سے کوایف مزاج اور اوصاف اخلاق کا ظہور (جداگانہ) ضروری ہے - ہر اقنوم کی طبیعت اپنی غیر محدود لیاقت اور معبودیت کی مطلق ہستی اور خوشی اخلاق اور بجید و غایت کمالات الٰہیہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے ربط و ضبط کرنے کو موجود و مستعد ہے - باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے اور باپ اور بیٹا دونون روح القدس سے -

اب زیادہ تفصیل کی ضرورت نہین - جن غیر محدود طریقون سے الوہیت کے اقانیم مین باخودہا صفات الٰہیہ کی تعمیل جاری ہے - آیا ہم اون سب کو سمجھ سکتے ہین - شاید اس بات سے تسکین ہوجائے کہ جب ہر ایک کی غیر محدود صفات اور لیاقتون کے ساتھ امتیاز تشخصات کا موجود ہے اور تعلقات اقانیم قدیمی دو احد ہین - تو ضرور ہے کہ بجید و غایت ذات الٰہی مین کامل فعلیت کی معقول گنجایش اور غیر محدود و قدیمی خوشی کی جگہ ہو - لیکن ہم اسے بہ تفصیل بتاتے ہین -

۱۶ - کتبِ الہامیہ کا مسئلہ جس سے اقانیم الٰہی کی تثلیث ثابت ہوتی ہے موافق عقل ہے -

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جمعیت اقانیم ضرور ہے اور الہامی کتب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمعیت تین کی ہے - اور یہہ مسئلہ تثلیث یعنے تین کا شہادت عقلی کے موافق ہے جمعیت تو واجبی ہے - لیکن عقل یہ نہین جان سکتی کہ وہ جمعیت تین سے زیادہ یا کم پر کیون منحصر نہ ہونا چاہیئے -

جبکہ کتابِ مقدس کا یہ دعویٰ ہے کہ اقانیم تین ہین تو ہم سوچتے ہین کہ ہمین ایسا فرض کرنے کی کئی وجہین ہین کہ اقانیم الٰہی کی فعلیت واجب ہے یہ حقیقت بہی وابستہ ہے - دلایل مذکورہ بعد جنسے جمعیت اقانیم ضروری ثابت ہو چکی ہے - اسی حقیقت پر مبنی ہین - یعنے جیسی صفاتِ الہیہ واجب و قدیم ہین - ایسی ہی فعلیت صفات کی بہی ازل سے جاری ہے - یعنے اوسکے احوال و افعال کو اوسکی ذات سے مناسبت ہونا ضرور ہے - چھٹوین دعوے مین یہ بہی ثابت ہو چکا ہے کہ فعلیت کا تعلق ہر اقنوم سے

برابر ہے یعنے چونکہ ہر اقنوم کی ذات وصفات الٰہیہ مین اور فعلیت کا تعلق ہر اقنوم سے برابر بالوجوب ہے۔ تو اگر فعلیت ایک اقنوم سے بھی بالوجوب پائی جائیگی۔ تو اورون مین ضرور پائی جائیگی۔ باپ اور بیٹے کے واجب رشتے کو دیکھکر یہ قیاس موافق عقل ہے کہ صفات الٰہیہ کی فعلیت بالاشتراک تھی۔ اور یہ تو ضرور ہی ہے کہ ہر فعل بالاشتراک کے واسطے معمول ایسا ہوگا جسکا تعلق دونون سے واحد ہوگا۔ اگر معمول غیر محدود ہے تو ضرور ہے کہ وہ کوئی تمیز ہو۔ خود ذات الٰہی مین جیسا کہ ہمارے ۶ اور ۷ دعوے سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ معمول بھی ضرور کوئی شخص ہوگا یعنے ذی عقل وذی تمیز جیسا کہ دعوے (۵) سے معلوم ہوچکا ہے۔ پس اگر یہ معمول شخص ہو اور غیر محدود شخص ہو اور خدا کی ذات مین موجود ہو۔ تو ذات الٰہی ضرور ایسے مخصوص طریق کی ہوگی کہ خود اوسی مین تیسرے اقنوم کے وجود کی استعداد ہوگی۔ جسکو دونون اقانیم سے بوجہ معمول ہونے کے رشتہ واحد ہوگا۔ یہی مسئلہ کتب مقدسہ کا ہے اور عقل والہام دونون اس باب مین اور دراز مین بھی

موافق معلوم ہوتے ہین - اگر کوئی سوال کرے کہ کیا عقل ایسا
فرض کرنے کی وجہ نہین رکھتی ہے کہ تین اقانیم سے زیادہ ہون
ہمارا جواب یہ ہوگا کہ ہان نہین رکھتی - دلیل صدر مین یہہ بتا دیا
گیا ہے کہ دو اقنوموں کی فعلیت بالاشتراک تیسرے غیر محدود
معمول کی مقتضی ہے - مثلاً فرض کرو کہ غیر محدود محبت کے عمل مین
باپ اور بیٹا روح القدس کا معمول ہے - اور بیٹا اور روح القدس
بالاشتراک بحد و غایت محبت کے عامل - باپ معمول کے ساتھہ
ہین اور باپ اور روح القدس ملکر محبت کے عامل ہین اور بیٹا
مبارک معمول ہے یہی اقانیم کے رشتے کہلاتے ہین اور عقل
اس سے زیادہ طلب نہین کرتی نہ اس سے کم سے تسکین
پا سکتی ہے - قطع نظر اسکے ہم بھی یہ دعوی نہین کرسکتے کہ کامل
طور سے اسکو ثابت کرسکتے ہین - ہمارا مقصد فقط اسقدر ظاہر
کر دینے سے ہے کہ یہ الہامی مسئلہ جو صاف طور سے تثلیث
کو تبلاتا ہے مخالف نہین بلکہ موافق عقل ہے - اور یہی ہمنے
(ہم جانتے ہین) ثابت کر دیا - ہمین صاف معلوم ہوتا ہے کہ
دو غیر محدود اقنوموں کی فعلیت غیر محدود معمول کی مقتضی ہے

اور یہ بات اقنوموں کے درمیان حاصل ہے۔ تو عقل اور کچھ نہین چاہتی اور کتب مقدسہ مین اس سے زیادہ اور کچھ تعلیم نہین۔ اور الہامی تعلیمات اور عقلی نتائج مین ایسا ایسا اتفاق ہر طبیعت کو جو بیبل کے پاک حقائق کی تعلیم اور عقل انسانی کے احکام حد سے متجاوز نہین ہونے دیتی۔ ضرور تسکین دیگا۔

۱۷۔ جمعیت سے اقانیم کے دلائل باسبق موئید

اس امر کے بھی ہین کہ اقانیم مذکورہ واحد فی الذات ہین۔ تمام حقائق مین موافقت باہمی ضرور ہوتی ہے البتہ بعض دفعہ ہماری ہی ضعف لیاقت اور نافہمی سے کچھ نقص آجاتا ہے۔ مگر جب دو قضیہ علیحدہ علیحدہ تصور کرنے سے صادق معلوم ہوتے ہین۔ تو ہم یقین واثق رکھتے ہین کہ جب اون کو ملاکر دیکھین گے تو بھی وہ ویسے ہی صادق رہین گے اسمین کچھ قباحت نہین کہ چند دلائل ایک حقیقت کی تائید مین ایسے پائے جائین جنکی قوت مجموعی ہو یدا اور مقرر کرنے والی کسی دوسری ایسی حقیقت کی ہو جو کسی اور قضیے مین پائی جاتی۔ اسیقدر

در باب اول دو ممیز قضیون کے ہے جو الوہیت کے باب مین
مین یعنے جمعیت اقانیم اور وحدت ذات کی اور اسی واسطے دونون
صحیح ہین سو ہمنے ثابت کر دیا کہ اقانیم کی جمعیت مناسب عقل ہے
اور اوس مین بیشبک صفات الہیہ کی فعلیت قدیمہ ضرور رہی
پائی جاتی ہے اور اوسی دلیل سے یہ بہی ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ
خدا مین تین اقنوم ہین لیکن ذات واحد ہے - پس اگر اقانیم باخود
عامل و معمول ایک دوسرے کے ہین تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عقل و
محبت و پاکیزگی اور تمام کیفیات اور آثار اور قدرت مین ضرور
برابر ہونگے - یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اگر معمول مین اس قسم کی برابری
نہ ہوتی تو فعلیت کمالات الہیہ کی بہ نسبت عامل کی محدود
رہتی - عامل کی کیفیت اور لیاقتون کے موافق نہ ہوتی - غیر
مساوی قدرتون اور اوصاف سے یہی ہوتا کہ فعلیت کو تعلق
بازی کا کاہل یا معقول محل نہ رہتا - مگر کمالات الہی کو دیکھکر یہ نتیجہ
نکلتا ہے کہ جو اقانیم باخودہا عامل و معمول ہین وہ سب ضرور غیر محدود
ہونگے اور اسی جہت سے ہم مرتبہ اور برابر ہونگے اور یہی دلیل
ہے وحدت ذات کی + قریب تمام آدمیون کے گو ملے کی اور

مین کمال اتفاق رکھتے ہین یہ ازلی غیر مختلف وغیر متغیر اتفاق رائے اور
خیال کا تمام معاملات مین دلیل مستحکم وحدت ذاتی وطبعی کی ہے۔
ثانیاً۔ محبت ۔ ہم بیان کرچکے ہین کہ ہراقنوم کی محبت کُل
اعتبارات سے واحد ہے ۔ جیسا کہ مثال صدر مین اشارہ ہوچکا
ہے کہ اختلاف اثر محبت کا مستلزم اختلاف طبائع ہے ۔ اور
اختلاف خواہ ذات کا ہو یا اثر محبت کا یا معمول محبت کا ہو بہر نہج
اختلاف ہوا جو وحدت ذاتی کے صریح مخالف ہے ۔ لیکن جو تاثیر
ایک ہی قسم کی ہوتی ہے اور ہمیشہ سے ایک ہی معمولین پر عمل کرتی
اور ایک ہی مرتبہ کی قوت و تاثیر رکھتی ہے ۔ وہ مستلزم وحدت
ذاتی کی ہے ۔ پس اونکی محبت کی وحدت ایسی ہے کہ اوسمین
اختلاف کا ذرا بھی دخل نہین ہے اور نہ تھا اور نہ کبھی ہوسکتا ہے
اس سبب سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ وہ واحد فی الذات ہین ۔
ثالثاً۔ پاکیزگی ۔ یہ ذکر آچکا ہے کہ جو جو باتین پاکیزگی مین
داخل ہین الوہیت کے ہر اقنوم سے علی سبیل البدلیت عمل مین آتی ہین
اور پاکیزگی کے صفات مطلق کی ازلی فعلیت اقانیم سے یہ معنی رکھتی
ہے کہ جتنے تعلقات اور خدمات اور فرائض اقانیم کے ہین یا وہ مین

ذرہ بھی کسی طرح اغلاق یا نقص یا اختلاف کو دخل نہو اور ہر اقنوم میں راستی کے غیر متغیر اصول واحد ہوں - بیشک ذرا سا اختلاف بھی کسی قسم کا ہوتا تو ذات میں ضرور اختلاف ہوتا - لیکن یہہ دیکھ کر کہ اختلاف آرا یا اوصاف وغیرہ مطلق نہیں بلکہ ازل سے ذات میں اور وسعت فعلیت میں واحد ہیں تو ایسی کامل وحدت پاکیزگی کی وحدت ذاتی کی دلیل ہے - یہی کیفیت اور صفات کی ہے - پس الوہیت کے اقانیم کی جمعیت کے باب میں جو دلائل پیش کئے گئے ہیں وہ خدا کی وحدت ذاتی کے مخالف ہونے سے درکنار صاف مؤید وحدت ہیں -

ضرور ہے کہ کل حقایق باہم متفق ہوں اور چونکہ قضیہ ہمارے دلایل کے صحیح ہیں اس سبب سے وہ دونوں مسائل یعنے جمعیت اقانیم اور الوہیت ذات کے موافق ہیں اور عقل سلیم کی الہامی تعلیم سے جو خالق اکبر کو ثلاث فی الاقنوم اور واحد فی الذات ظاہر کرتی ہے متفق ہیں - اور عیسائیوں کے صحیح عقیدہ کے مطابق یہوواہ یعنے الوہیم تین اقانیم (باپ بیٹے روح القدس) کی صورت میں ظاہر ہوا -

اب ہم دلایل صدر کو بطور خلاصہ کے اس لئے قلمبند کرتے ہین کہ پڑہنے والے کو مسئلہ مذکورہ کا اصل مطلب ایک نظر مین معلوم ہوجائے ۔ اول مرتبہ یہ ذکر ہوا کہ تثلیث شریف کا مسئلہ مخالف عقل نہین اور پہر نہایت مستقل اور صحیح ثبوت سے دلایل ذیل معین ہوئے ۔

۱ ۔ ذات الٰہی کی طرح صفات الٰہیہ واجب و قدیم ہین ۔

۲ ۔ صفات الٰہیہ کی قوت فاعلی کی فعلیت قدیم سے ہے ۔

۳ ۔ صفات الٰہی کی فعلیت عامل و معمول کے وجود کی مقتضی ہے

۴ ۔ عامل و معمول مین امتیاز واجبی اور حقیقی ہے ۔

۵ ۔ عامل و معمول (ضرور ہے کہ) کم سے کم فعلیت صفات اور اوصاف اخلاق مین ذیفہم و ذی تمیز ہون کیونکہ وہ ایک دوسرے کے عامل و معمول ہین ۔

۶ ۔ کوئی مناسب معمول مخلوق مین نہین کیونکہ مخلوق زمان و مکان دونون اعتبار سے محدود ہین ۔

۷ ۔ فقط ذات الٰہی مین غیر محدود مناسب معمول پایا جاسکتا ہے ۔

۸- اس لیے ضرور ہے کہ ذاتِ الٰہی ایسے مخصوص طور پر موجود ہو کہ عامل و معمول دونون اوسی مین ہون-

۹- اس سبب سے کہ عامل و معمول دونون ذاتِ الٰہی مین ہیں ایک طرح کی جمعیت ضرور ہے-

۱۰- جو جمعیت اس طرح الوہیت مین موجود ہے- وہ ضرور جمعیتِ اقانیم ہوگی-

۱۱- ہر اقنوم الوہیت مین بالوجوب ازل سے موجود ہے-

۱۲- الوہیت کا ہر اقنوم صفاتِ غیر محدود رکھتا ہے- کیونکہ کوئی محدود چیز واجب و قدیم نہین ہوسکتی-

۱۳- اقانیم الٰہی بوجہ غیر محدود ہونے کے مرتبے اور عزت مین برابر ہین-

۱۴- ہر اقنوم الٰہی صفاتِ الٰہیہ عمل مین لاتا ہے-

۱۵- چونکہ ہر اقنوم الٰہی ازل سے فعلیتِ صفات عمل مین لاتا ہے- تو ضرور ہے کہ اقانیم باخدا عامل و معمول ہون-

۱۶- تثلیثِ اقانیم ایسا مسئلہ ہے کہ عقل و کتبِ الہامیہ دونون کے موافق ہے-

۱۷- جن دلایل سے جمعیت اقانیم ثابت ہوتی ہے - وہ وحدت ذات الٰہی کے کمال موافق اور عقلاً مؤید تثلیث شریف کے ہین دلایل صدر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسئلہ تثلیث مخالف عقل نہین - بلکہ اور اُنہین طریق وجود الٰہی کی عقل ونقل دونون کے مخالف ہین - بعض آدمیون کا یہ عقیدہ ہے کہ جمعیت اقانیم کُتُب مقدسہ سے بے شک ثابت ہوتی ہے - لیکن الوہیت فقط ایک اقنوم کی ذات مین ہے بعض آدمی مثلاً محمدی خدا کی مطلق وحدت کے قائل ہین - اور بعض آدمی جنمین ہندو بھی داخل ہین خدا کی مطلق جمعیت کے قایل ہین - لیکن دلایل صدر سے ثابت ہوگیا ہے کہ عقل بہ اتفاق کتب مقدسہ کے الوہیت مین جمعیت اقانیم کی حقیقت وضرورت کو اسطرح ثابت کرتی ہے کہ ہر اقنوم الٰہی ہے - اور تینون کی ذات الٰہیہ واحد ہے - پس ہمارا خاص عقیدہ کہ الوہیت مین تین اقنوم ہین بجائے اسکے کہ غلط نکلے یا انسان کے سیدھے سادے اعتقاد پہ حرف لادے عین موافق عقل وحکمت ہے اگر بغیر شہادت کے کسی امر کا تسلیم کرلینا اعتقاد کہلاتا ہو

تو اوسکا الزام مخالفین تثلیث پر ہے اور اگر شہادت کے
خلاف (یعنے جو شہادتین نتایج عقل سے مؤید کتب مقدسہ
ہین اگر اون کے خلاف) تسلیم کرنا مذہبی سرگرمی کی کوئی قسم
ہو۔ تو وہ ہمارے مخالفین کا حصہ ہے۔ لیکن اگر حسب شہادت تسلیم کرلینا
کسی امر کا موافق عقل ہو تو و نیز ادر عیسائیون کا عقیدہ موافق عقل ہوگا
ہم بیان کرچکے ہین کہ اس مسئلہ کے کامل طور پر سمجھنے مین
چند مشکلات ہین۔ لیکن بہتیرے اصول علمی جنکو سب
بالاتفاق صحیح باور کرتے ہین اون سے زیادہ مشکلات آسمین
نہین۔ اور اگر چند خفیف مشکلات ہون بہی۔ جو بطور مخالف
دلایل سے پیش کیجاوین جنکا دفعیہ ہماری محدود طبیعتون اور
حال کے محدود علم سے دشوار ہو۔ تب بہی کوئی مشکل ایسی
نہین کہ ہمارے اصول مثبتہ کو غلط کردے یا اوسمین کسی طرح
خلل ڈالے۔ حقیقت ہمارے علم سے اور مشکل ہمارے
جہل سے پیدا ہوتی ہے۔ اور جس چیز کو ہم بمنزلہ حقیقت کے
جانتے ہین۔ وہ ایسی چیز سے جسکو ہم نہین جانتے ہین مسترد
نہین ہوسکتی۔ ہماری دلیل کا نتیجہ ہمارے نزدیک دعوی ماسبق کے

مقدمات سے وجوباً نکلتا ہے۔ اور جو کوئی مخالف ہماری حجت
کی صحت پر اعتراض کرے تو یہ ثبوت اوسکے ذمے ہے کہ آیا ہمارا
نتیجہ غلط ہے یا مقدمات نادرست ہین اور اگر وہ ثابت نہ کرسکے تو
اون کے اعتراضات بیجا ہون گے۔ اول سے آخر تک کل دعوے
بہ ترتیب منعقد ہین۔ اور نتیجہ بالوجوب ایسا صحیح اور درست ہے
جیسا دعوے اول ہے۔ ہم جانتے ہین کہ ہمارے دلائل
کی غلطی کی کوشش کیسی کیون نہو۔ معترض کو طرح طرح کی قباحت
اور مشکلات مین ضرور ہی ڈالے گی۔

چنانچہ بعض اعتراضات جو ہمارے دلائل پر (ممکن ہے کہ
بعض آدمی) وارد کرین اونکی تحقیق مندرجہ ذیل سے قباحت
و مشکلات مذکورہ کو ہمین ثابت کردکھائینگے۔

۱۔ اگر ہمارے پہلے دعوے کا انکار کیا جائے یعنے معترض
کہے کہ یہوواہ کی صفات واجب و قدیم نہین تو یہ معنے ہونگے
کہ ازل سے خدا بغیر صفات کے تہا اور اس سے لازم آئیگا
کہ وجود صفات الٰہیہ کا امر اتفاقی ہو بلکہ ممکن ہوگا کہ صفات
الٰہیہ کبھی بہی مطلق نہون۔ بھلا ایسا اعتراض کیونکر عقل کے موافق

ہوگا۔ ہرگز نہین۔ ایسا انکار خدا کی معبودیت اور ذات واجب الوجود کا انکار ہے۔ اگر اوسکی صفات اتفاقی ہون تو اوسکی ذات بھی ویسے ہی ٹہرے گی کیونکہ اوسکی صفات اوسکی ذات سے ہمارے تصور مین بھی نہین جدا ہوسکتی ہین۔ اسواسطے یہ نامعقول خیال قابل تردید ہے۔

۲۔ اگر معترض صفاتِ الہی کے ازلی وجود کو تسلیم کرے لیکن قواے فاعلہ کی فعلیت ازلی سے منکر ہو تو ہم اوس سے ثبوت طلب کرینگے لیکن وہ کوئی ثبوت نہ دیسکیگا نہ عقل سے نہ کتبِ مقدسہ سے کیونکہ اوسکے انکار کے یہ معنے ہونگے کہ ازل مین ایک زمانہ ایسا بھی تہا کہ خدا کے قواے فاعلہ بیکار رہتے۔ پس ایسا انکار خدا کے بعض صفات کا انکار ہے کیونکہ وجودِ صفات کو فعلیت لازم ہے۔ اسی طرح صفات حاضر و ناظر کے یہہ معنی ہین کہ تمام چیزون کا علم واقعی ہو۔ یا محبت کی صفاتِ غیر محدود مستلزم فعلیت محبت کی ہین کیونکہ اگر کوئی ذات محبت نہ کرے تو یہی کہا جایگا کہ اوسمین محبت نہین ہے یا جیسے اوصافِ اخلاقی کی فعلیت پاکیزگی کو

لازم ہے اور جو ذات اون کو عمل مین نہ لا دے وہ بغیر
پاکیزگی کے ہوگی۔ پس صفات مذکورہ کی اور اوصاف کی
فعلیت کا انکار۔ عین صفات کے وجود کا انکار۔ اور مستلزم
حماقت ہے۔ خدا کی غیر متغیر اور کامل مطلق ذات ایسے
جھوٹے اعتراضات کو بالکل دور کر دیتی ہے۔
۳۔ اگر تسلیم کیا جائے کہ یہوداہ کے بعض صفات کی فعلیت
ازلی صحیح ہے اور بعض کی صحیح نہین۔ تو پھر ہم پوچھین گے
کہ کس دلیل سے صحیح نہین۔ اگر ہماری دلیل سے فقط ایک
صفت کی ایسی فعلیت ازلی کہ مقتضی معمول ذی فہم کی ہو
ثابت ہوگئی تو وہی اثباتِ جمعیتِ اقانیم کو کافی ہوگی پس
قبل ازانکہ کوئی معترض ہماری دلیل پر اعتراض وارد کرے
اول یہ ثابت کر دے کہ خدا ازل سے ایسی ایک صفت کو
کبھی عمل مین نہین لایا جو معمول کی مقتضی ہو۔ لیکن اسکا کوئی
ثبوت معترض کے پاس نہ عقل سے نہ نقل سے ہوگا۔ تو پھر ہم
پوچھین گے کہ بغیر ثبوت دلیل کے کسی امر کو تسلیم کر لینا کیا عقل
کا کام ہے معترض کا ایسا اعتراض فی الواقع مخالفِ عقل ہے

کیونکہ اسکے یہہ معنے ہین کہ بالفعل خداے تعالے اول کی بہ نسبت مختلف ہے۔ اور یہہ اوسکی ذات غیر متغیر اور کمال مطلق کا صریح انکار ہے۔ مثلاً دانائی کی ازلی فعلیت کا ابطال اور محبت یا پاکیزگی یا قدرت یا مزاج رفاقت کی ازلی فعلیت کا انکار خدا کی صفات کو بدلنا اور اوسکی شان معبودیت پر داغ لگانا ہے۔ یہ نہین ہوسکتا کہ خدا کو غیر متغیر اور کامل مطلق جانین اور پھربھی ازل سے بغیر فعلیت محبت یا پاکیزگی یا قدرت وغیرہ کے قیاس کرین۔ اس سبب سے یہ قیاس بوجہ حماقتِ محض اور لغویت کے قابل تردید ہے۔

۴۔ اگر معترض تسلیم کرے کہ صفاتِ الٰہی کی فعلیت ازل سے جاری ہے لیکن اسکا انکار کرے کہ فعلیت متضمن وجود معمول ہے۔ تو ہم کہین گے کہ یہ انکار معنی غیر ممکن کے ہے کیونکہ اگر کوئی ذات کسی چیز کو جانتی ہے۔ تو شے معلومہ اوسکا معمول ہے۔ اگر وہ کسی چیز سے محبت کرے تو شے محبوبہ اوسکا معمول ہے۔ علی ہذا القیاس اور صفات ہین

ہر صفات کی فعلیت متضمن وجودِ عامل ومعمول ہے۔
۵۔ اگر معترض تسلیم کرے کہ صفت کی فعلیت مقتضی عامل ومعمول ہے۔ لیکن معمول کے شخص ہونے سے انکار کرے تو ہم جواب دینگے کہ بجز وجودِ شخصی یا طبع ذی فہم وذی تمیز اور کوئی بہ نسبت بعض صفات الہیہ کے معمول نہین ہوسکتا۔ مثلاً محبت یا رحمت یا مروت محض بیجان چیز کے ساتھ نہین ہوسکتی پاکیزگی مقتضی ایسے تعلقاتِ اخلاق کو ہے جو معمول ذی خلق وذی عقل سے قایم ہوسکتے ہین۔ اور وہ متضمن ایسی کیفیت کو ہے جنکی فعلیت ذی فہم سے جاری ہوسکتی ہے۔ ایسے ہی مزاج رفاقت کی فعلیت فقط ایسی طبیعتون سے ہوسکتی ہے جو عقل وہوش رکھتی ہون اور ایسی طبیعتین ضرور ہے کہ شخص حقیقی ہون۔
۶۔ اگر معترض یہ بحث کرے کہ ہمارے دلایل متضمن ایسی ذات جداگانہ کے ہین جو ایک دوسرے سے باعتبار ذات اور عقل کے جُدا ہے۔ تو ہم یہ جواب دینگے کہ ہمارے دلایل سے یہ نتیجہ کسی طرح نہین نکلتا۔ تعلقات باہمی اور

فعلیت صفاتِ کمالات وکیفیت وحالاتِ واحد کی مقتضی وحدتِ طبیعت اور ذات کی ہے - کیونکہ جہان کسی صفت مین اختلاف اور فرق کو دخل نہین - وہان اختلاف ذات یا طبیعت کا قیاس خلاف عقل ہوگا - اگر ذات واحد ہو تو اشخاص جدا نہین ہوسکتے ہین بلکہ وہ متمیز التشخص اور واحد فی الذات ہین -

۷- اگر معترض وحدتِ ذات تسلیم کرے لیکن اقانیم کے ہم مرتبہ ہونے مین بحث کرے - تو اوسکی بحث بیجا ہوگی - کیونکہ وحدتِ ذات وصفات بالوجوب مقتضی مساوات اقانیم ہے - ذراسی بھی کمی مرتبے کی غیر محدود ہوگی - لیکن یہہ امر غیر ممکن ہے کیونکہ ہر اقنوم کے صفات واحد ہین -

۸- آخر کار اگر معترض ہمارے قیاس کے موافق امر مذکور کو تسلیم کرے گا تو وہ ہماری طرح اسبات کو بھی تسلیم کریگا کہ ذات الٰہی جمع فی الاقانیم اور واحد فی الذات ہے -

۹- اگر معترض امر مذکور کو تسلیم کرے تو اوسے اس مسئلہ الٰہیہ کے تسلیم مین کچھ دقت نہ رہے گی کہ جمعیتِ اقانیم منحصر تلاثہ پر

یعنے باپ اور بیٹے اور روح القدس پر ہے۔ خصوصاً جبکہ عقل سے بہی یہہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے جیسا ۱۶ وین دعوے مین ثابت کر چکے ہین۔

۱۰۔ امر مذکور کی تسلیم سے معترض کا اتفاق ہم سے اس امر مین ہوگا کہ الوہیت کا ہر اقنوم بنی آدم سے اور تمام عالم ذیعقل سے وہی تعلقات رکہتا ہے جو ہمارے خالق خدا کو ہین اور اوسی قسم کی فرمان برداری اور اطاعت اور پرستش اور محبت وعبادت کا مستحق ہے جو خدا کو چاہئیے۔ یہی تینون اقنوم ہمارا معبود ہے جسکے نام سے ہم اصطباغ پاتے ہین جس سے آپ کو اوس پاک رسم مین ہم مخصوص کرتے ہین اوسی سے ہمارا عہد باندہا جاتا ہے۔ وہی ہمارا خدائے ازلی وابدی ہے اوسی کے ہم ہین اور اوسیکی بندگی کرتے ہین اور وہی پاک تثلیث باپ بیٹے روح القدس کی ہے۔

ہم دیکہتے ہین کہ اس مسئلے کی تسلیم مین عقل والہام دونون متفق ہین۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ صفات الہیہ کی فعلیت

بغیر احتیاج کسی مخلوق کے بطور مستقل و غیر محدود ہمیشہ جاری ہے - ہمین صفات الٰہیہ کے وجود یا فعلیت کے انکار کی کچھہ ضرورت نہین - نہ افلاطون اور ارسطاطالیس اور اور پرانے حکما کی طرح - اس لیے کہ فعلیت کمالات الٰہیہ کے لیئے کوئی معمول ہو - قدامت جہان کے فرض کرنے کی ضرورت ہے - کیونکہ جہان ب[illegible] قدیم ہونے کے بھی ناقابل معمولیت رہے گا - ہم دیکھتے ہین کہ صفات الٰہی کی فعلیت کے واسطے محل معقول فقط ذات الٰہی ہے اور ذات الٰہی کی صفات کمال وجوباً مقتضی ایسے طرز وجود کی ہین کہ الوہیت کے اقانیم مین بالخود ہا فعلیت صفات کی استعداد ہے -

ہم ثابت کر چکے ہین کہ محبّت یقیناً مقتضی وجود معمول ہے اور اعلیٰ محبّت کا مناسب محل بجز اوسکے اور کوئی نہین ہو سکتا جو محبّت کی طرح کامل ہو - اسواسطے اوسکا بھی غیر محدود ہونا ضرور ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وجود مخلوق جو خارج از خدا ہے - خاصکر اسوجہ سے کہ وہ بالفعل اتنا گناہ گار

معلوم ہے نہ کامل اور نہ غیر محدود ہے یہ بھی معلوم ہو چکا ہی
کہ اگر وجودِ مادہ ازلی نہ قیاس کیا جائے تو تمام چیزون کی
ابتدا کا ماننا ضرور پڑیگا - پس اگر خدائے ازلی قبل از ابتدا
مخلوق محبّت کا مناسب معمول نہیں رکھتا تھا - اسواسطے
اپنی ضرورت رفع کرنے کو اور ایک معمول اپنے واسطے
مہیا کرنے کو دنیا پیدا کی - تو لازم آئے گا کہ وہ کامل اور
ازلی نہیں تھا - ضرور ہے کہ ازل سے خدا کوئی معمول ایسی
چیز مین ہو جو مخلوق سے اعلی ہو - کیونکہ مجرد روح کی
محبّت کا لائق معمول فقط شخص ازلی ہو سکتا ہے وجود الہی
کے اس طریق کے لحاظ سے ہم دیکھتے ہین کہ اقانیم الہیہ
مین غیر محدود محبت ہے کیونکہ وہ موجود بہ وحدتِ وجودی
اور تعلقاتِ واحد ہین - باپ بیٹے روح القدس سے اور بیٹا اور روح القدس
باپ سے اور ایک دوسرے سے بحد غایت خوش و خرم ہے - ہمین معلوم ہو چکا ہی
کہ مزاج رفاقت کی فعلیت بغیر حد کے عمل مین آسکتی ہی
غیر محدود اتفاق اور عزیز تعلق اور ہر ایک کی غیر محدود
محبّت مزاج کی غیر محدودیت کی مقتضی ہے - اور ہر ایک کی

لیاقت بیحد وسعت محبت کی خوشی کی مستلزم - اور ہر خیال کو کیسا ہی وسیع ہو - اور ہر مقصد گو کیسا ہی دقیق ہو - اور ہر کیفیت کیسی ہی مستحکم ہو - ہر اقنوم ازل سے اوسی بخوبی سمجھتا اور عزیز جانتا اور عمل مین لاتا ہے - ہم دیکھتے ہین کہ غیر محدود پاکیزگی اقانیم الٰہی کے ازلی تعلقات اور غیر محدود لیاقتون اور قدرتون مین کیونکر عمل وظہور مین آتی ہم دیکھتے ہین کہ سچائی اور ایمانداری اور عدل اور تمام اوصاف داخلاق بیحد ہین اور اون کی فعلیت بے غایت ہے باعتبار زمان ومکان دونون کے ہے - بجز امتیاز شخصی اور تعلقات ازلی اور کوئی طریقہ نہین ہے - نہ کوئی اور موقع ومحل بجز اوس محدود استعداد ولیاقت کے ہے جس مین غیر محدود صفات الٰہی کی فعلیت عمل مین آتی ہے لیکن یہہ دونون باتین یعنے طریقہ اور استعداد تثلیث کے مسئلے مین موجود ہے - ہم جانتے ہین کہ ایسے اتفاق اقانیم اور ایسے طریق وجود اور کمالات الٰہی کی فعلیت باہمی کے ساتھہ غیر محدود برکت ضرور ہوگی - اگر محدود خوشی محدود

کیفیت سے اور ناکامل و محدود پاکیزگی سے پیدا ہو۔ تو غیر محدود و ازلی خوشی ایسے صفات سے ضرور پیدا ہوگی جو نہایت کمال سے اور بغیر روک ٹوک کے عمل مین آوین۔ ایسی ہی ضرور ہے کہ خدائے تثلیث واجب و قدیم و مستغنی کی برکت ازلی ہو۔ غیر محدود زمانون مین جبکہ تخلیق کا فعل اول ظہور مین آیا۔ توبھی وہ ایسا ہی مبارک تہا اور اگر اتنک مخلوق نیست سے ہست نہ ہوتی۔ توبھی وہ ایسے ہی مبارک ہوتا۔ اور اگر زمانہائے دراز تک فعل تخلیق ملتوی رہتا۔ توبھی وہ ایسا ہی مبارک رہتا اور اگر خدائے تعالی مقرر کرلیتا کہ فعل تخلیق کبھی نہ ہو توبھی وہ ایسے ہی بحد و غایت مبارک رہتا۔ خود ذات الہی بوجہ جمعیت اقانیم بہ ہیئت وحدت ذات ازلی فعلیت کا محل مستقل اور غیر محدود برکت کا کامل چشمہ ہے۔

فعل تخلیق اس غرض سے تہا کہ خدائے خالق کا ظہور خارج مین ہو۔ اور ذی تعقل و تمیز ذات اوس ظہور کو دیکھے حتی کہ فطرت کے بڑے آئینہ مین خالق کی دانائی اور قدرت

اور نیکی اور جلال کا عکس اوسے نظر پڑے اور اپنے قوا کو
مناسب طور پر عمل مین لانے اور اوسکی مرضی پر چلنے سے اوسکی
رحمت کے مستوجب ہون اور وہ خوشی حاصل کرین جو اوسکی
عنایت سے پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا کا ایسا مخصوص ظہور
نہ بہ اعتبار زمان کے نہ مکان کے اوسکی غیر محدود صفات
کی فعلیت کا مناسب محل ہے۔ نہ ایسی خوشی کا چشمہ ہے جو
اوسکی غیر محدود لیاقتون کے سزاوار ہو۔ کیونکہ محدود
غیر محدود سے کیونکر مطابق ہو سکتا ہے با این ہمہ یہ مخلوق
اوسکی ذات مستقل و کامل و کافی مطلق سے کامل موافقت
رکھتی ہے۔ فی الواقع یہ اس لیے تہا کہ اوسکی ذات اور
طریق وجود ازل سے ایسا ہی تہا جیسا کہ ہمنے ثابت کیا
یعنے اوس مین امکان کسی ظہور خارجی کا بہی تہا اگر
خارج مین صفات الٰہی کا ظہور نہوتا تو اونکی فعلیت ہرگز
زمانے کو لاحق نہوتی اور اگر فعلیت صفات ذات الٰہی مین
نہوتی تو جہان کے وجود حقیقی مین ہرگز اونکا ظہور نہو سکتا
یہ دانائی اور قدرت اور پاکیزگی اور تمام فعلی صفات

خدا کی جو ہم خلقت مین دیکھتے ہین کافی ووافی ثبوت شہادتین
اس امر کی ہین کہ قبل از تخلیق یہہ صفات خدا مین ازل سے
وجوباً بلا تغیر موجود تہین جمعیت اقانیم بمعیت وحدت ذات
ایسے طریق وجود کو ظاہر کرتی ہے جو حقیقت عالم کے موافق
ہے چاہے جس قدر ہم تحقیق کرین خواہ ذات الٰہی مین خواہ
اوسکے وجود کمالات کے معمولی ظہور مین۔ پس تثلیث کے
مسئلے مین کوئی امر ناموافق بجز اسکے اور کچھ نہین جو حقیقت
کے ناموافق ہے تثلیث کے انکار کا اور کوئی طریق نہین
بجز اسکے کہ عقل ہی کو اولٹ دین اور اوس شہادت کا جو مناسب
عقل ہے انکار کرین۔ اسواسطے ہماری رائے مین اس
مسئلے کی تردید حماقت وگناہ کا اظہار ہے اسکا انکار بیجا اور
شرارت کی بات ہے اور قوانین ذہن اور قانون الٰہی کا
توڑنا ہے۔ اگر ہماری حیات دنیاوی مین کوئی شہادت اس
مسئلے کی نہین بہی ہوتی تو بہی خدا کی شہادت پر سادہ دلی سے
ایمان لانا ہمپر فرض ہوتا۔ کیونکہ جب ہم اوسکے بندے
ہین۔ تو ہماری عقل اوسکی تعلیم کی مطیع اور ہماری

اوسکی مشیت کی محکوم ہونا چاہئے - لیکن درحالیکہ حقیقت بیّنہ حکم عقل سے مسلّم ہو چکی تو اوس کی تردید کا گناہ کسقدر بڑا ہوگا اور جو اوسے نہ مانینگے وہ سخت عذاب کی سزاوار ہونگے -

اب ہم آخر باب مین یہ ثابت کرینگے کہ بیبل شریف مین بہی تثلیث کی تعلیم نہایت صاف اور مستقل طور پر موجود ہے -

ساتوان باب

مسئلہ تثلیث شریف کتب مقدسہ سے ثابت ہے

چونکہ کتب مقدسہ کے دلائل اس مسئلے کی نسبت چند کتابون مین علی الخصوص ڈاکٹر فنڈر اور پادری کلیب صاحبان کی تصنیف مین بہ تفصیل مشتہر ہو چکے ہین اور مین گمان کرتا

ہون کہ ہمارے بہتیرے ہندوستانی بہائیون اور دوستون
ادن کتابون کو اچھی طرح پڑھا ہوگا - لہذا مجھے اس بات کے
طول دینے اور بہت سا وقت صرف کرنے کی ضرورت نہین
فقط چند دلائل کتب مقدسہ سے اپنے اقوال و دلائل مذکورہ
کے استحکام کے لئیے اس مقام پر پیش کرتا ہون - جیسا کہ
قبل ازین ذکر ہو چکا ہے - ہم پہر بہی دعوی کرتے ہین کہ
مسائل مذکور عین کتب مقدسہ کی تعلیم ہے - اور پاک نوشتے
اوسکا صحیح و یقینی ثبوت ہین کتب مقدسہ کی شہادت پر غور
کرنے مین - اول - چند آیات عہد عتیق کی جنکو
اکثر دیندار عالم خیال کرتے ہین کہ کم از کم اشارات
یا شہادت یقینی مسئلہ تثلیث کی ہین بیان کرین گے
کبہی تثلیث کی حقیقت پر اعتراض کے طور پر ایسا
کہا جاتا ہے کہ اگر یہہ مسئلہ صحیح ہوتا - تو عہد عتیق مین
اسکی تعلیم ضرور ہوتی - بجواب اسکے اعتراض کے ہم کہتے ہین
کہ درصورتیکہ ہم یہ نہین تسلیم کر سکتے کہ کسی طرح تثلیث کی تعلیم
عہد عتیق مین نہین یہہ بہی عقل قبول نہین کرتی کہ اگر عہد عتیق

مین اوسکا ذکر بہ عبارتِ واضح نہین آیا تو غلط کہنے لگین ۔
خصوصاً اوس وقت مین کہ عہدِ جدید مین اوسکا ذکر صاف موجود
ہے ۔ اس بات کو خوب طرح ذہن نشین کرلینا چاہیئے کہ بیبل
شریف ایسی کتاب ہے کہ اوسکی تعلیمات اور مکاشفات
نوبت بہ نوبت بڑہتی گئی ۔ اوسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک
بڑا درخت کہ ابتدا مین پودا تہا رفتہ رفتہ اوسکی شاخین
دور تک پہیل گئین خداے تعالیٰ نے اپنے حقایق و معارف
کو بنی آدم پر موافق استعداد اون کی طبیعتون کے بتدریج
ظاہر کیا ۔ ابتدا آدمی بہت باتون مین نسبت استعداد ذہنی
و عقلی کے لڑکے تہے ۔ اسواسطے بہت پشتون تک خدا آدمیون
پر بصورتِ انسانی ظاہر ہوا ۔ اور الفاظ کے ساتہ اون سے
ہمکلام ہوا ۔ کیونکہ اوسوقت مین اون کی طبیعتین خالص
روحانی تعلیمات کے قبول کرنے کے لائق نہ تہین ۔ یقیناً
عہدِ عتیق کے لوگون کی طفلانہ حالت اس قابل نہ تہی کہ خدا
کے عمیق اسرار اون پر ظاہر ہوتے اور وہ اونہین قبول
کرلیتے ۔ یہ بہی ذہن نشین ہے کہ چونکہ بیٹے اور روحِ قدس کی

مقدس خدمت عہد جدید قبل تکمیل پذیر نہ تھے ۔ اسواسطے
وقت سے پہلے اقانیم جدا گانہ کی تعلیم کی ضرورت نہ تھی
جب لوگون نے مسیح کے تجسم اور موت اور روح قدس کی
آمد دیکھ لی تو آپ ہی نجات کے مبارک سامان اور قدرت
کے قبول کرنے کے لائق ہوگئے ۔ ٹھیک وقت پر مسیح نے
تاراستون کے لیئے جان دی اور مناسب زمانے مین تثلیث
کی تعلیم بہ عبارت واضح مروج ہوئی جس طرح عہد عتیق کے
زمانون مین قربانیان اور اور رسمیات مسیح کی حقیقی قربانی
اور روح قدس کی برکتون کی ضعیف علامات و اشارات
تہین ایسے ہی الوہیت کے تین حقیقی اقنوم پرانے نوشتون
مین اشارتاً ظاہر ہوتے تھے ۔ با این ہمہ ظاہر ہونا یقینی تھا
علی الخصوص الہامی کاتبون کے الفاظ خدا کے بیان مین اور
مسیح و روح قدس کے نسبت پیشین گوئیان یقیناً دلالت کرتی
تہین ۔ اب ہم چند مقامات عہد عتیق کے ایسے تبلائین گے جو
اول مرتبہ خدا کے تین وجود کی طرف اشارہ کرتے ہین جن سے
ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح اور روح قدس زمانہاے عہد عتیق سے کہ

افعال ومعجزات الٰہیہ مین باپ کے شریک اور ہمسر تھے۔

اول ۔ عہد عتیق کے اسماے الٰہی کم از کم تثلیث شریف کی اشارتاً شہادت دیتے ہین مگر مین یہ ثبوت محمد دد اپنے علم سے عبرانی زبان کے جس مین اسمائے الٰہی آئے ہین ۔ نہین دیتا ہون ۔ بلکہ بہتیرے جیّد علما جو عبرانی کے مشہور ماہر ہین ۔ اونکی راے یہی ہے ۔ سب علما جانتے ہین کہ عبرانی مین یہ عجیب بات ہے کہ چیزون کے نام محض شناخت کے [illegible] نہین ہوتے ہین ۔ بلکہ نامون سے چیزون کی طبیعت اور خواص اور بعض مشہور واقعات متعلق تاریخ بھی [illegible] ظاہر ہوتے ہین ۔ (دیکھو پیدایش ۲ باب ۵ اور ۲۲ باب ۱۴ وغیرہ متی ۱ باب ۲۱) اسی قاعدے کے موافق خدا کے نام اوسکی ذات کو ظاہر کرتے اور اسی غرض سے اونسے او نہین اختیار کیا تھا ۔ دو خاص نام جو خدا کی نسبت عہد عتیق مین استعمال کیئے گئے ہین "یہوداہ" اور "الوہیم" ہین ۔ ان مین پہلا خدا کا خاص نام ہے اور خاص اوسکی ذات پر صادق آتا ہے ۔ اور یہ نام بصیغۂ واحد ہے اور ترجمہ اوسکا ہے

وہ جو موجود ہے۔ دوسرا نام "الوہیم" بہ صیغۂ جمع ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے یہ نام بغرضِ اظہار الوہیت کے تین اقانیم یا تشخصات کے اپنے واسطے اختیار کیا ہے۔ چونکہ اسم یہوداہ جو ذات پر دلالت کرتا ہے ہمیشہ بہ صیغۂ واحد مستعمل ہے۔ ایسے ہی لفظ الوہیم جو جمع ہے ذات الٰہی کی جمعیت اقانیم کو صاف بتلاتا ہے۔ بہت آیتون مین یہ دو نام اوسکی ذات اور طریق وجود کے اظہار کے لیئے جمع آئے ہین۔ مثلاً خداوند خدا۔ یہوداہ الوہیم (استثنا ۶ باب ۳ و ۴ و ۵ خروج ۱۸ باب ۲ و ۵ یسعیاہ ۴۲-۵) یہ دوہرا نام وہی ہے جو خدائے تعالےٰ نے ہمیشہ بنی آدم سے خطاب کرتے وقت اپنے واسطے اختیار کیا ہے۔ اور چونکہ خدا کی زبان مین مناسبت و حقیت فرد ہے۔ اسواسطے ایسے معنے ہونے ضرور ہین کہ وحدت و جمعیت دونون اوس مین ہون۔ جمعیت اقانیم اس لیئے کہ اوسکا نام الوہیم ہے۔ اور وحدتِ ذات اس لیئے اوسکا نام یہوداہ ہے۔ اگر تثلیث باطل ہو تو یہ نام باہم متناقض ٹھہرینگے۔ اگر صحیح ہو تو قاعدہ زبان کا مطابق اور نام درست ہے

دوسرے - جملون مین ان نامون کی معمولی ترکیب نحو اور بعض خاص مستثنیات چند مشہور آیات مین ہمارے دعوی کے موید ہین - ہر کوئی جانتا ہے کہ افعال وضمائر وحدت وجمعیت مین اسمون کے مطابق ہوتے ہین - لیکن الوہیم حالانکہ جمع ہے جابجا فعل وضمیر واحد کے ساتھہ آیا ہے - پانچسو مرتبے سے زیادہ موسی نے عہد عتیق کے نوشتون مین ایسا عجیب محاورہ استعمال کیا ہے - یہ اس سبب سے نہین تھا کہ خلاف قاعدہ صرف ونحو محاورہ لسانی مقتضی ایسی ترکیب کا ہوا - بلکہ مصنف نے الہام کی تاثیر سے ایسا طرز بیان اختیار کیا کہ فاعل کی جمعیت واقعی درصورتیکہ فعل کی وحدت کامل تھی - بتلادے - چند خاص موقعون پر جہان کہ الوہیت کے تشخصات کا اظہار خاص منظور ہے - ترکیب عبارت موافق قواعد نحو ہے اور لفظ الوہیم فعل و ضمیر جمع کے ساتھہ آیا ہے - دیکھو پیدائش ۱ - ۲۶ - "الوہیم نے کہا" - آؤ ہم آدمی کو اپنی صورت پر بنا دین - اگر محاورہ صحیح ہے - تو الوہیت مین جمعیت اقانیم ضرور ہے - اور ہر اقنوم

کو ہم سے خالقیت کا تعلق ہے ۔ اسی محاورے کے مطابق
مقدس نوشتون کے اور مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا
اور روح قدس پیدا کرنے مین شریک تھے ۔ چنانچہ ہم ذکر کرینگے
اور یہ بھی لحاظ رکھنا چاہیے کہ بعض موقعون پر واحد نام یہوواہ
فعل وضمائر جمع کے ساتھہ آیا ہے ۔ (دیکھو پیدایش ۱۱ باب
۶ ۔ ۷) جن سے اقانیم الٰہی کا باہمی تعلق صاف ظاہر ہوتا ہے
یہوواہ نے کہا دیکھو لوگ ایک ہی ۔ وغیرہ اور یسعیاہ ۶ باب ۸ ۔
جہان کہ ضمائر جمع و واحد دونون حقیقی و واحد خدا ے
رب الافواج کی طرف دلالت کرتی ہین پس فقط یہ نام جس سے
خدا نے آپ کو آدمیون پر ظاہر کیا اور ان نامون کی ترکیب
افعال وضمائر کے ساتھہ ہمکو اس سر عظیم کی تعلیم دیتے ہین
کہ الوہیت کی وحدت وجودی مین اقانیم کی جمعیت ہے ۔

تیسرے ۔ بہتیری ایسی آیات ہین جن مین بیٹے اور
روح القدس کا ایسا ہی صاف ذکر موجود ہے جیسا کہ باپ
کا ہے ۔ زبور ۲ ۔ ۷ و ۱۲ ۔ اور امثال ۳۰ باب ۴ مین بیٹے
کا صاف ذکر ہے ۔ اور پیدایش ۱ باب ۲ ۔ اور ۶ باب ۳ اور زبور ۳۳

ور ذکریاہ ۴-۶- اور یوایل ۲-۲۸ مین روح القدس کا احوال ہے- صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کا ذکر عہد عتیق کے اکثر مقامات مین بنام یہوداہ آیا ہے- جسکا ترجمہ انجیل مین بہ لفظ خداوند کیا ہے- جیسے عہد عتیق مین یہوداہ اور عہد جدید مین مسیح لکہا ہے کئی جگہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونون نام ایک شخص کے ہین- یسعیاہ ۶-۵- کو یوحنا ۱۲-۴۱ سے اور یرمیاہ ۲۳-۵ و ۶- اور یوایل ۲-۳۲- کو رومی ۱۰-۱۳ سے اور یسعیاہ ۴۰-۳ کو متی ۳ باب ۳ سے اور یسعیاہ ۸-۱۳ و ۱۴- کو ۱- پطرس ۲-۷ و ۸ سے اور ذکریاہ ۱۲-۱-۱۰ کو- یوحنا ۱۹ باب ۳۷ سے مقابلہ کرو- پس چونکہ یہ نام کتب مقدسہ مین ٹہیک طور پر یسوع مسیح کی نسبت صادق آتا ہے- اسواسطے اوس کی الوہیت قطعی اور یقینی تصور کرنی چاہیئے- یہوداہ اور ادونائی کے نامونکا استعمال عہد عتیق مین صاف مسیح کی نسبت ہے اور عہد عتیق کے زمانون مین اسی نام سے وہ لوگون پر ظاہر ہوا-

اول ابرہام کو ممرے پر دکہائی دیا- (پیدایش ۱۸) جہان کہ وہ اس طرح آیا تہا کہ گویا تین آدمیون مین سے ایک ہے لیکن

ظاہر یہ کیا کہ مین یہوداہ ہون کہ نظم فطری کو بھی بدل سکتا ہون
یعنے عمر رسیدہ عورت صارا کو بیٹیا دے سکتا ہون۔ آیت ۱۴ و ۲
جب اونہون نے صدوم کی جانب نگاہ کی۔ تو وہ اس طرح
کہڑا ہوا کہ لوگون نے اوسکے خدا ہونے کا اقرار کیا۔ چہہ جگہ اوسکا
نام یہوداہ آیا ہے۔ (۱۷ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۳) ایک
جگہ اوسے تمام روئے زمین کا نیاؤ کرنے والا لکہا ہے۔
اور اوسکی ایسی قدرت ہے کہ میدان کے شہرون کو برباد
کرنے سے ڈراتا (آیات ۱۷) وہ اپنے بندون کی عبادت
قبول کرتا ہے آیت ۲۳۔ اور پہر یہوداہ اپنی راہ چلا گیا۔
دوسرے ۔ مقام موریاہ مین ابرہام پر ظاہر ہوا
پیدائش ۲۲۔ خدا ابرہام کا ایمان آزمانے آیا۔ آیت ۱۱ سے
معلوم ہوتا ہے کہ جس خدا نے اوسے آزمایا تہا وہ خداوند کا
فرشتہ تہا اور اوسی کو قربانی گذرانی گئی تہی۔ اور اوسی نے
ابرہام پر یہ امر آسان کر دیا کہ اپنا محبوب بیٹیا اوسکے نام پر
قربان کرے لعدہ ابرہام کے حق مین یہ امر دلیل اس بات کی
ہوئی کہ وہ خدا سے ڈرتا ہے (آیت ۱۲) یہی یہوداہ جو فرشتے

کے لقب سے ملقب ہے۔ چند اور مواقع پہ بھی ظاہر ہوا۔
(دیکھو پیدائش ۲۸: ۱۳ و ۱۷ و ۲۰ و ۲۱ اور ۳۲ باب ۲۴-۳۱ اور ۳۱ اور
خروج ۳-۲-۴-۱۴ اور ۱۳-۲۱ اور ۱۴-۱۹ اور ۱۹-
۲۰-۲۱) ہوسیع نے اوسی فرشتے کو خداوند رب الافواج
کہا ہے۔ (ہوسیع ۱۲-۴-۵) اور اعمال ۷-۳۰ میں
اوسکو جو کوہ سینا پر ظاہر ہوا فرشتہ کر کے لکھا ہے۔ اور یہ اس
کریں غیر مخلوق فرشتہ رب الافواج تھا اس طرح پر ظاہر ہو
کہ یہ لکھا ہے کہ اوسے گناہ معاف کرنے کا اختیار تھا اور یہ
کہ اوسنے دعوی کیا کہ بنی اسرائیل میری اطاعت کریں۔
اور یہ کہ خدا کا خاص نام یعنے یہوداہ میں بھی ہوں اوسی
مین ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ آلہی اقنوم آنے والا اور
موعود مسیح تھا۔ کیونکہ مسیح کی پیشین گوئی وہی الفاظ
سے تھی جو فرشتے کی نسبت تھے۔ ملاکی نبی نے اوسی پیغمبر
اور عہد کا فرشتہ کہا ہے۔ (ملاکی ۳ باب ۱) لیکن جو پیغمبر
ہے وہی خود خداوند یہوداہ ہے۔ یہ نہیں کہ وہ اور
بھیجنے والا دونوں شخص واحد ہیں۔ بلکہ نام ایک کیونکہ اوسکی

ذات - جس سے یہ نام تعلق رکھتا ہے مخفی و مستور
ہے - اسی سبب سے شخص واحد خادم و خداوند دونو
ہے - اور شخص واحد مین دو صفتون کا وجود وہی بات
جو نبی نے کہی ہے کہ انجیل کا بڑا بھید ہے کہ مسیح مین انسانیت
اور الوہیت دونون ہین - اور یہ بھی لحاظ کرنا چاہیئے کہ
پیغمبر اور فرشتہ اوسکا خادم ہے جسنے اوسے بھیجا تھا - لہذا
اعتبار سے مسیح خدا کا خادم کہلاتا ہے (یسعیاہ ۲ باب
اور ۴۳ - ۱۱ - اور ۴۹ - ۶) پیغام ایک طرح کی خدمت
جو متضمن بھیجنے والے اور بھیجے گئے دونون کو ہے - اور
یہ نام خداوند یسوع مسیح کو دیا گیا تھا - اس سے معلوم ہوتا
کہ جب کبھی کوئی خدمت ہوتی تھی - تو وہ اوسکے بیٹے سے
ہوتی تھی - جو ابتدا سے خدا اور آدمی دونون کا درمیانی تھا
(یہ قدرتی بندوبست تھا) اوسنے خدا کے برابر ہونا غنیمت
نہ جانا - بلکہ خادم کی صورت اختیار کی - پس اتحاد الٰہی اور
غیر الٰہی نامون کا یعنے ذات اور عہدے کے القاب جو فرشتہ
یہوواہ اور خداوند یسوع کو دیئے گئے ہین سبب عہدے کے

اس امر کی شہادت کافی ہین کہ وے ایک ہی ہین - پہر یہ کہ طرح
طرح کی باتین جو (جو عہدِ عتیق سے معلوم ہوتا ہے کہ) فرشتے یہودا
نے کی ہین - عہدِ جدید سے وہ مسیح کی صفات معلوم ہوتی ہین
مثلاً اول فرشتہ یہوداہ موسیٰ سے کوہِ سینا پر ہمکلام ہوا
اور عبرانی ۱۲ باب ۲۴-۳۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نئے عہد کا
یسوع درمیانی تہا جسکی آوازنے دنیا کو ہلا دیا تہا -
دوسرے - جب فرشتہ یہوداہ موسیٰ سے کوہِ سینا پر ہمکلام
ہوا - تو اوسنے بنی اسرائیل کے لیئے شریعت دی اور عہد باندہا
جسے شریعت و عہدِ موسوی کہتے ہین یرمیاہ کہتا ہے کہ جدید
عہد بہی بنی اسرائیل سے وہی شخص باندہیگا جسنے پرانا عہد
باندہا تہا - (یرمیاہ - ۳۱ باب ۳۱-۳۴) اور یہ امر ہمین مقدس
پولوس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نئے عہد کی یرمیاہ نبی نے
پیشین گوئی کی ہے - اوس سے عہدِ مسیحی مراد ہے اور مسیح
اوسکا بانی ہے - (عبرانی ۸ - ۶-۱۰) پس اس سبب سے
عہد جدید کا مسیح اور عہدِ عتیق کا فرشتہ یہوداہ شخص واحد ہی
اور اسی سبب سے پرانے عہدنامے مین الوہیت کی صاف

تعلیم ملتی ہے - اسکا ثبوت ہمنے بعد ازین دیا ہے -
جو ذلت موسی نے مصر کا دربار چہوڑتے وقت اوٹہائی تہی
اور اسرائیل کے گروہون سے آملا تہا - وہ مسیح کی لعنت کہلاتی
ہے (عبرانی ۱۱-۲۶) اگر وہ لوگ مسیح کے لوگ نہ ہوتے
تو وہ ذلت مسیح کی لعنت کیون کہلاتی - اون بنی اسرائیل
پر یہ الزام لگایا گیا تہا کہ اونہون نے اپنے خداوند خدا کو مسہ
مین آزمایا - (استثنا - ۶ - ۱۶) یعنے جو کچہہ تکلیف خدا نے کہ
اونکا رہنما تہا - برداشت کے واسطے اون پر مقرر کی تہی
اوسپر وہ شکایت کرنے اور گڑ گڑانے لگے - لیکن مقدس پولوس
نے فرمایا کہ وہ مسیح تہا جسے اونہون نے آزمایا - یعنے جبکہ
خدا کے خلاف بیابان مین گڑگڑائے - (۱ قرنتی - ۱۰ - ۹)
اگر مسیح اوسوقت اون کے ساتہہ نہ ہوتا اور خداوند خدا
بلکہ وادی کی زمین کی جانب رہنمائی نہین کرتا تہا - تو پہر
کیسے صحیح ہو سکتا کہ وہ اوسپر گڑگڑائے - پہر یہ کہ اونہین جو
آسمان سے اور پانی چٹان سے ملتا تہا - یہ نمونہ اوس روحانی
سامان کا تہا جو اون لوگون کے درمیان ایمان والون نے

اوتنی مرتبہ پایا تھا۔ جتنی مرتبہ اونہون نے الٰہی ہادی کا تتبع
کیا تھا۔ پولوس رسول نے فرمایا ہے کہ اونہون نے اوس
روحانی چٹان مین سے جو اون کے ساتھہ چلی پانی پیا
مگر وہ چٹان مسیح تھی۔ (۱ قرنتی ۱۰ باب ۴) اگر مسیح اونکے
ساتھہ نہ تھا اور ہمیشہ اون کے ہمراہ نہ رہا اور تمام دنیاوی
برکتین اور روحی بہبودی جو اونہین نصیب ہوئی اون کا
دینے والا اگر مسیح نہ تھا۔ تو یہ کہنا کیونکر درست ہوتا۔ پس
جب نئے اور پرانے عہدنامے کو ملاکر دیکھتے ہین تو صاف
معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا بیٹا اور منجی فی الحقیقت عہد عتیق کا
کا فرشتہ یہوداہ تھا۔ جو بزرگون پر ظاہر ہوکر ہمکلام ہوا تھا اور کیا ہی
عمدہ اور کافی ثبوت خداوند مسیح کی الوہیت کا ہم یہانپر یہ پاتے ہین کہ
فرشتے یہوداہ کا کوئی ایسا نام نہین آیا۔ جو خداوند یسوع مسیح پر نہ بولا
گیا ہو۔ کوئی صفت اول الذکر پر نہ بولی گئی ہو۔ جو پرستش
اور عبادت بزرگون اور نبیون نے اول الذکر کی تھی۔
وہ انجیل نویسون اور رسولون نے آخر الذکر کی تھی۔ کتابون
مین اون دونون کو صاف صاف ایک خدا لکھا ہے۔ جو

غیر محسوس ہے جسے کوئی دیکھکر زندہ نہین رہ سکتا۔ جو نجات کا فرشتہ اور بھائی اور نجات بخش خدا ہے۔ یہ مسئلہ پرانے عہدنامے کی پیشین گوئیون مین صاف صاف پایا جاتا ہے مسیح کے خداوند ہنجی نکر ظاہر ہونے کی پیشین گوئی ہو چکی تھی اور جب ہم اون پیشین گوئیون کو عہد جدید کے مسیحی نوشتون سے ملاتے ہین۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقع مین اوسی طرح ظاہر ہوا جیسا کہ نبیون نے خبر دی تھی۔ ملاکی نبی نے فرمودہ آلہی کو اس طرح لکھا ہے "مین اپنے رسول کو بھیجونگا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا اور وہ خداوند جسکی تلاش مین تم ہو۔ ہان عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو اپنی ہیکل مین ناگہان آویگا۔ وہ یقیناً آویگا۔ رب الافواج فرماتا ہے" اب ہم اس آیت کو مرقس ۱-۱-۴ سے ملاتے ہین اور وہ یہ ہے "خدا کے بیٹے یسوع مسیح کی انجیل کی شروع جیسا کہ نبیون کی کتابون مین لکھا ہے۔ کہ دیکھہ مین اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہون وہ تیری راہ کو تیرے سامنے تیار کریگا۔ بیابان مین ایک پکارنے والے کی آواز ہے کہ

خداوند کی راہ کو بناؤ اور اوسکے رستون کو سیدھا کرو" پہلی آیت مرقس نے اپنی طرف سے لکھی ہے - اور دوسری ملاکی نبی سے جسکا اوپر ذکر ہوا نقل کی ہے - تیسری آیت یسعیاہ ۴۰ : ۳ سے لی ہے - یسعیاہ کی عبارت یہ ہے کہ تم خداوند کی راہ درست کرو - صحرا مین ہمارے خداوند کے لئے سیدھی شاہراہ طیار کرو ۔ اس مقام پر بیابان مین پکارنے والے کی آواز سے مراد یوحنا اصطباغی ہے - وہ رسول تھا جسے خدا نے آپ سے پہلے (سامنے) بھیجنے کا وعدہ کیا تھا - یسوع مسیح خداوند اور عہد کا پیغمبر اور بنی اسرائیل کا مالک ہے - جسے اسرائیل نے بعد کو ڈھونڈھا اور پایا اور جو اچانک آنے کو تھا جسے کتاب یسعیاہ مین یہوداہ اور الوہیم لکھا ہے - اور ملاکی مین بھی ایسا ہی کچھہ اوسکی نسبت لکھا ہے - جو کچھہ شرح اس مقام کی ہو سکتی ہے - اوس سے مجھے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آیات مذکورہ کے ملانے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مصنفین نے لفظ یہوداہ کا اطلاق مسیح کی نسبت کیا ہے جسکی آمد کے وے منتظر تھے مگر اسکے ساتھہ اسی

امر کا بھی لحاظ۔ کہتے تھے کہ یہ مقدس نام خدا کا بھی ہے۔ا
ہم دیکھتے ہین کہ اونہون نے خدا کے تشخص اور مسیحا کی تشخ
مین فرق بھی کردیا۔ متی ۱۱-۱۰مین یہ پیشین گوئی مذکور
ہے کہ مسیح نے یوحنا اصطباغی کے ذکر مین فرمایا کہ یہ وہی
ہے جسکی بابت لکھا گیا ہے کہ دیکھو مین تیرے آگے اپنا رسول
بھیجتا ہون جو تیری راہ کو تیرے سامنے درست کریگا۔ لوقا
باب اول مین لکھا ہے کہ "زکریاہ نے روح قدس سے معمور
ہوکر یوحنا لڑکے کی نسبت یہ پیشین گوئی کی کہ تو لڑکا بڑا
نبی کہلائے گا کیونکہ خداوند کے سامنے اوسکی راہ کو درست
کریگا" پھر لوقا ۷-۲۰ مین مسیح یوحنا اصطباغی کی نسبت
فرماتا ہے کہ "یہ وہی ہے جسکی بابت لکھا گیا ہے کہ دیکھ
مین اپنا رسول تیرے سامنے بھیجتا ہون جو تیرے سامنے
تیری راہ کو درست کریگا" - اور اس پیش خبری کا کہ
یہوواہ اچانک اپنی ہیکل مین آویگا یہ مطلب ہے کہ
اپنے پیشرو کے ظہور کے بعد فوراً یا یکایک اور بیابان مین
پکارنے والے کی آواز کے بعد فوراً اور یکایک اوسکا

ظہور ہوگا ”یہوداہ اپنی ہیکل مین آویگا“ یوحنا اصطباغی
نے بہ آواز بلند کی توبہ کی منادی کی اور یہوداہ کے
آنے کی خبر دی یسوع مسیح ہیکل مین آیا اور پیش خبری
کے مضمون کی بخوبی تکمیل ہوئی - یہ منطقیانہ دلیل مسیح کی
الوہیت کا کامل ثبوت ہے لینے کو -

خدا نے دنیا کو پیدا کیا
یسوع مسیح نے دنیا کو پیدا کیا
اسلیئے یسوع مسیح خدا ہے -

یہوداہ اپنی ہیکل مین آویگا
یہ آنا ہیکل مین یسوع مسیح کا آنا تھا
اسلیئے یسوع مسیح یہوداہ ہے -

عہد جدید مین مسیح کے بطن مریم مین آنیکا جو بیان ہے -
اوسکو اگر عہد عتیق کی پیش خبری سے مقابلہ کیا جائے - تو
کم سے کم مسیح کی الوہیت کی مستقل شہادت ملتی ہے - ”یہ
سب کچھ ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا پورا ہو
کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی - اور اوسکا

نام عمانوئیل رکھینگے جسکا ترجمہ یہ ہے ۔ خدا ہمارے
ساتھہ ‘‘ (متی ۱ ۔ ۲۲ ۔ ۲۳) رسول موصوف نے آیات
۱۸ ۔ ۲۱ مین جو حالات لکھے ہین اور جو باتین فرشتے نے یوسف
سے کہی ہین ’’ یعنے اپنی جورو مریم کو اپنے یہان لے آنے سے
مت ڈر ۔ کیونکہ جو اوسکے رحم مین ہے ۔ سو روح القدس سے
ہے ۔ اور وہ بیٹا جنے گی اور تو اوسکا نام یسوع رکھے گا ۔
کیونکہ وہ اپنے لوگون کو اون کے گناہون بچا وے گا ‘‘ ۔ ان
سب کی آیات ۲۲ و ۲۳ ۔ شرح ہے ۔ اسی پر مقدس متی
نے عہدِ عتیق سے ایک مقام نقل کرکے بغیر شک وشبہ
کے مستقل طور پر دعوی کیا ہے ۔ کہ جو حالات مین لکھتا
ہون ۔ وہ عین تکمیل اوس نبوت کی ہے جو آٹھہ سو برس
قبل اس سے ایک راستباز آدمی نے کی تھی اور اگرچہ
آٹھہ سو برس قبل کی یہ پیش خبری تھی ۔ مگر ہیکل کے دفتر
مین بہ حفاظت تمام رکھی رہی ۔ یہ نبوت عہدِ عتیق کی
کتاب یسعیاہ باب ۷ آیات ۱ ۔ ۱۶ مین ہے ۔ اور خدا نے
اپنے لوگون کی تائید و تسکین کے واسطے بڑی آمد نمائش

اور مصیبت کے وقت یہ خبر دی تھی - یہوداہ کے بادشاہ آخذ
کے عہد سلطنت مین تقریبًا ۷۵۰ برس قبل مسیح کے سوریہ کے
بادشاہ رزین اور اسرائیل کے بادشاہ رملیاہ نے یہوداہ
کی سرزمین پر چڑہائی کی تہی - اور اپنی افواج متفقہ سے
یروسلم کو معرض خطر مین ڈالدیا تہا - اس زبردست مخالفت
کی خبر پاکر آخذ کا اور اوس کے لوگون کا دل ایسا ہل گیا
جیسے جنگل کے درخت آندہی سے حرکت کرتے ہین - ایسی
آزمایش کے وقت خدا کا نبی ظاہر ہوا اور بادشاہ سے
ملا اور یقین دلایا کہ یہوداہ کے مخالفون کا حملہ کارگر نہوگا
اور اسرائیل کی سلطنت اس تاریخ سے ۶۰ برس کے عرصے
مین شکست ہوجائے گی - آخذ کو حکم ہوا تہا کہ اس وعدۂ
الٰہی کی تکمیل کے لئیے کوئی نشانی طلب کرے - لیکن
اوس نے شک وخوف کے مارے نشانی طلب کرنے
سے انکار کیا - تو خداوند نے اوس قوم کی آیندہ تائید
کے واسطے یہ پیشین گوئی کی - کہ دیکہو ایک کنواری حاملہ
ہوگی وغیرہ وغیرہ - یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ جلد ہی یا دیر مین

ایک کنواری معجزانہ طور پر ماں ہو جائے گی ۔ اور یہ امر
کہ کیسے اور کب ہوگی مذکور نہین ہے ۔ بلکہ اس سبب سے
کہ ہیکل کے دفتر مین یہ وعدہ بحفاظت رکھا تھا ۔ دیندار آدمی
دُعا آمیز رجا اور ایمان کی اُمید کے ساتھہ وقت کے
پورا ہونے تک خدا پر بھروسہ کرتے رہے ۔ مسیح کے
بطن مریم مین آنے اور پیدا ہونے کا احوال ۔ جیسا کہ متی
اور لوقا نے لکھا ہے ۔ اوس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کیسے
ٹھیک طور پر واقعات سے نبوت پوری ہوئی ۔ اور خدا
نے حرف بحرف ایسے نشان دیئے جنکا وعدہ اوس نے
اپنی کلیسیا اور اپنے لوگون سے قریب ۸۰۰ برس قبل
اس سے کیا تھا ۔ مقدس لوقا نے فرمایا کہ جبرئیل فرشتہ
کنواری مریم کے پاس اوسکا خوف دور کرنے اور تسکین
دینے آیا تھا اور اوس سے کہا ۔ "اے مریم مت ڈر کہ
تو نے خدا کے حضور فضل پایا اور دیکھہ تو حاملہ ہوگی اور
بیٹا جنے گی اور اوسکا نام یسوع رکھے گی" ۔ اسکے جواب
مین جب مریم نے کہا "یہ کیونکر ہوگا ۔ درحالیکہ مین مرد کو

نہین جانتی"۔ تو فرشتے نے جواب مین اوس سے کہا کہ روح قدس تجہپر اوترے گی اور خدائے تعالے کی قدرت کا سایہ تجہپر ہوگا۔ اس سبب سے وہ قدوس بہی جو پیدا ہوگا۔ خدا کا بیٹا کہلائے گا"۔ (لوقا ۱۔ ۲۶ و ۳۵) کتب مقدسہ کی یہ عبارت اِس امر کی صاف شہادت دیتی ہی کہ کنواری مریم کا حمل خدا کی قدرت سے تہا۔ اور یہ کہ اوسی سے بنوت کی توضیح و تکمیل بخوبی ہوئی مزید بر آن متی اپنی شہادت سے اسے اور مستحکم کرتا ہے کہ "جب اوسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتہہ ہوئی تو اون کے اکہٹے آنے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی۔ اس کے بعد ازین بطور تفسیر کے رسول موصوف نے اپنی طرف سے کچہہ لکہا ہے۔ وہ دعوی کرتا ہے کہ یہ واقعہ عین تکمیل بنوت ہے ۔یہ سب کچہہ ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تہا پورا ہو کہ "دیکہو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اوسکا نام عمانوئیل رکہین گے جسکا ترجمہ یہ ہے خدا ہمارے ساتہہ" (متی ۱ باب ۲۲ و ۲۳) اس

ثبوت سے زیادہ پختہ اور اس شہادت سے زیادہ صاف
کوئی نہین ہے - معلوم ہوتا ہے کہ انجیل نویس نے قصداً
اس پیش خبری کو اپنے اس احوال سے ملایا ہے - اور معلوم
ہوتا ہے کہ یسوع نام جو منجی نے اختیار کیا ہے وہ مسادی
لقب عمانوئیل کے ہے جو نبی کے قول کے بموجب عمانوئیل
بہ میم مشدد ہونا چاہیئے جس کے معنے ہین "خدا ہمارے ساتھہ
اور "خدا جسم مین ظاہر ہوا" - پس لفظ عمانوئیل مین وہی معنی
ہین جو یسوع مسیح میں ہین - کنواری کا بیٹا درحقیقت "منجی"
اور "خدا" اور "حقیقی عمانوئیل" اور "خدا ہمارے ساتھہ تھا"
اسواسطے یسعیاہ کی پیش خبری لفظاً یا معناً یسوع مسیح نامری کا
بطن مریم مین آنے اور پیدایش اور نام اور عہدے اور صفت
سے تھی جو یہوداہ کی نسل اور داؤد کے گھرانے سے جسم کے
اعتبار سے تھا - اسیواسطے اوسکی الوہیت کی تعلیم عہد عتیق
کے پاک نبیون نے کی تھی - جو حالت اور اوصاف پاک
نبیوان نے مسیحا سے منسوب کئے تھے وہ سب مسیح کے حالات
اور اوصاف سے پورے ہوئے - مثلاً اوسکا ستایا جانا ہو.

محتاجی اور حلم وصبر اور تحمل اور جی اوٹھنے کے عمدہ نتایج وغیرہ
کتاب یسعیاہ کا ۵۳ باب خاصکر دیکھو۔

اب عہدِ عتیق کے آیاتِ مذکورہ صدر اور بہتیرے اور
مقامات سے جنکو اگر فرصتِ کافی ہوتی توضرور لکھتا۔
مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غیر متعصب پڑہنے اور دلیل
لانے والا اسمین عذر نہ کریگا کہ تثلیث شریف کا مسئلہ عہدِ عتیق
مین کم از کم اِس قدر صاف پایا جاتا ہے جس قدر کہ دنیا کے
اوائل زمانون مین قرینِ قیاس ہے۔ جیسا کہ اشارہ
ہوچکا ہے کہ نسبت اس قول کی اور نیز نسبت دیگر اقوال
کی یہ سمجھنا چاہیئے کہ بیبل مین کوئی مسئلہ بترتیب قواعدِ علمی
نہین لکھا ہے۔ اوس مین خاصکر بیانِ واقعات وحقایق
ہے۔ وہ بترتیبِ کتبِ تاریخ ہے۔ کتبِ علمیہ کی ترتیب پر
یعنے کچھ علم سکھانے کے واسطے نہین ہے۔ اور یہ امر
کہ الوہیت کا یہ راز کلامِ الٰہی مین خصوصًا عہدِ عتیق مین
کلیسیا کے عقاعد نامے مروجہ حال سے چونکہ لفظ بہ لفظ
مطابق نہین۔ اس لئے قابلِ اعتبار نہین۔ درست

نہین - کیونکہ الہامی کتابون نے یہ طرز عہد جدید مین بہی نہین اختیار کیا - لیکن ہم یہ اصرار کرتے ہین کہ اس مسئلے کے نشان عہد عتیق مین اوس قدر ہین جسقدر کا متوقع ہونا چاہئیے تہا - اور بالفرض اس مسئلے کی کوئی بہی صورت عہد عتیق مین نہین پائی جاتی توبہی اوسکے خلاف مین کوئی وجہ معقول نہ ہوتی - کیونکہ جیسا ہم قبل ازین بیان کر چکے ہین - یہ کچہ ضرور نہ تہا کہ خود مسیح کے یا روح القدس کے ظاہر ہونے سے پہلے مسئلہ مذکور کا کافی اظہار کیا جاتا - کتب مقدسہ کے ماننے والے کو فقط اسقدر جاننا کافی ہوگا کہ مسئلے مذکور کی تعلیم عہد جدید مین صاف موجود ہے - اب ہم اس مضمون کو باختصار بیان کرتے ہین -

اول کتب مقدسہ کی شہادت یہی ہے -

۱ - خدا کے نام باپ اور بیٹے اور روح القدس تینون پر صادق آتے ہین - اس بارے مین کسیکو کلام نہین ہے - بیٹے کے نام خدا اور حقیقی خدا اور مبارک خدا اور خدا سے بزرگ - اور طاقتور خدا - اور قادر مطلق

خدا۔ اور خداوند خدا۔ اور یہوداہ اور رب الافواج وغیرہ آئے ہین۔ دیکھو یوحنا ۱ باب ۱۔ اور ۵ باب ۱۹ و ۲۰ اور رومی ۹ باب ۵۔ اور ططس ۲ باب ۱۳۔ یسعیاہ ۹ باب ۶۔ لوقا ۱ باب ۱۶-۱۷۔ افسس ۴ باب ۸-۹ و ۱۰۔ زبور ۶۸-۱۸ یسعیاہ ۶ باب ۱-۳ سے مقابلہ کرو۔ اور روح القدس کو خدا۔ اور خداوند یہوداہ۔ اور یہوداہ خدا۔ اور خداے اسرائیل اور یہوداہ گروہون کا خدا لکھا ہے۔ اعمال ۵-۳ و ۹-اور ۲ قرنتی اور ۳ باب ۱۸-اعمال ۱: ۱۶-۲۰-اور زبور ۹۴-۱:۷-۱۰۔کو لوقا ۱-۷-۶-اعمال ۱۵-۱۴-۱-اور یسعیاہ ۶-کو-اعمال ۲۸ ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ سے مقابلہ کرو۔

آیات مذکورہ کے اور نیز بہتیرے اور مقامات کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے مخصوص کام کا الوہیت کے تینون اقانیم یعنے باپ اور بیٹے اور روح القدس پر اطلاق ہوتا ہے۔

۲۔ خدا کے صفات کمالات وہی ہین جو تثلیث کے اقانیم کے ہین۔ خدا کی تمام اوصاف اور کمالات تثلیث سے منسوب ہین

ا- وجود ازلی - یسعیاہ ۹-۶- میکاہ ۵-۲- یوحنا ۱-۲-
یسعیاہ ۴۴-۶- کو مکاشفات ۱-۱۱- اور ۲-۸- اور ۱۲:۲۲
اور ۱۰- نسے مقابلہ کرو۔

۲- حاضر وناظر رہنا - متی ۱۸ باب ۲۰- اور ۲۸-۲۰-
اور یوحنا ۳: ۱۳-

۳- عالم الغیبی - یوحنا ۲- باب ۲۴ و ۲۵- اور ۲۱:
۱۷- اور قلسیون ۲: ۳- اور مکاشفات ۲ باب ۲۳- کو ا
سلاطین ۸-۳۹ سے مقابلہ کرو۔

۴- قادر مطلق ہونا - یسعیاہ ۹-۶- مکاشفات ۱-
۸- اور فلپی ۳ باب ۲۱-

۵- غیر متغیر ہے - عبرانی ۱ باب ۱۰ و ۱۲- اور ۱۳: ۸-

۶- باپ کی ہر صفات - یوحنا ۱۶ باب ۱۵-
قلسیون ۲ باب ۹- اسی طرح صفاتِ الٰہیہ روح القدس سے
منسوب ہین مثلاً۔

۱- حاضر وناظر ہونا - زبور ۱۳۹-۷-۱۰- اور رومی ۸: ۲۶-۲
۲- عالم الغیبی - یسعیاہ ۴۰ باب ۱۳ کو رومی ۱۱ باب ۳۴- اور ۱- قرنتی ۲: ۱۰-۱۱-

۳۔ پولوس مقدس روح القدس کے ذکر مین فرماتے ہین کہ نشانیان اور معجزات روح خدا کی طاقت سے ہوئے۔ رومی ۱۵۔ ۱۸۔ وغیرہ اور نیز دیکھو۔ ا قرنتی۔ ۱۲: ۱۱۔

۴۔ ازلی ہونا۔ مسیح نے بے عیب ہوکے ابدی روح کے وسیلے آپ کو خدا کے سامنے قربانی گذرانا۔ عبرانی ۹۔ ۱۴۔ وغیرہ خدا کی نیکی تثلیث فی الوحدت کی نیکی ہے۔ نحمیاہ ۹: ۷۔ زبور۔ ۱۴۳: ۱۰۔ افسیون ۵۔ ۲۵۔ نحمیاہ ۹۔ ۲۰۔ رفاقت کا مزاج تینون اقانیم مین برابر تصور کیا جاتا ہے۔ یوحنا۔ ا۔ ۳۔ ۲۔ قرنتی ۱۳: ۱۴۔ پیدایش ا: ۲۹۔ خدا کی سچائی تثلیث کی بھی ہے۔ یوحنا ۷: ۲۸۔ مکاشفات ۳: ۷۔ اور ا۔ یوحنا۔ ۲۰۔ اور ا۔ یوحنا ۵: ۶۔ وغیرہ۔ پس اس طرح باپ کی صفات و کمالات بیٹے اور روح قدس سے بھی تعلق رکھتے ہین جو مثل حقایق متغایرہ کی ایسی صفائی سے اس امر کو ثابت کرتی ہین کہ الوہیت مین تین اقانیم ہین۔

۳۔ جو پرستش اور عبادت خدا کے لیئے ہے۔ وہی تثلیث بالوحدت کے لیئے بھی ہے۔ عہد عتیق کے

بزرگون کی خاص پہچان مسیح کی پرستش ہے۔ اعمال ۹ باب ۱۴
و ۲۱۔ ۱ قرنتی ۱ + ۲۔ رومی ۱۰۔ یونانی لفظ "ایکلونائی" کے ترجمہ
کو کہ "نام لینا" ہے اگر سپٹواجنٹ کے اس لفظ کے معنے سے ملا
جائے۔ تو بہت اچھا ثبوت اس بارے مین ہوتا ہے۔ کیونکہ
خدا کا نام لینے کے لیئے یہی ایک معمولی لفظ ہے۔ جیسا کہ زبور
۱۱۴ + ۱۸۔ اور ۱۔ پطرس ۱۔ ۱۷مین لکھا ہے اسکے معنے رومی
پرستش یا عبادت کے ہین جو باپ کو یا بیٹے کو نجات کے واسطے کیجا
اعمال ۲: ۲۱) اور اسمین ذرا بھی شک نہین کہ آیات مذکورہ
خداوند یسوع مسیح کے نام لینے کے واسطے ہین۔ ہم اس ام
کی بہتیری نظرین رکھتے ہین کہ رسولون نے اور اگلے بزرگو
نے مسیح کی پرستش کی لوقا ۲۴: ۵۱ و ۵۲۔ اعمال ۱۔ ۲۴۔ ۱
۵۹:۸ و ۶۰۔ ۲ قرنتی ۱۲: ۸ و ۹۔ ۱ تسلونیقی ۳: ۱۱ و ۱۲۔ ۲ تسا
۲: ۱۶ و ۱۷۔ ۱ تمطاوس ۱: ۲۔ مکاشفات ۱: ۵۔ اوسکی پرستش
نے کی۔ عبرانی ۱: ۶۔ مکاشفات ۵: ۱۱ و ۱۲۔ اور نیز جہان کی
ذرا کی بندگی کی۔ فلپی ۲: ۹ و ۱۱۔ مکاشفات ۵۔ ۱۳۔ ۱۴۔ روح
کو پرستش کیجاتی ہے یسعیاہ ۶۔ باب ۳ و ۹ کو اعمال ۲۸

رومی ۱۱: ۲۰- قرنتی ۱۲ اور ۱۴- متی ۲۰: ۱۹-اور مکاشفات ۱-۴ سے ملاؤ- پس وہ حالیکہ تینون کی نسبت ایک طرح کی حمد و ثنا اور عبادت و پرستش کے الفاظ آئے ہین یعنے جو بات باپ کی نسبت ہے- وہی بعینہ بیٹے اور روح القدس کی نسبت ہے اسپر بہی اگر کوئی شک اونکے خدا ہونے مین کرے- تو ہمین اوسپر بڑا افسوس اور تعجب کرنا چاہیئے-

۴- جو کام خدا باپ سے منسوب ہین وہی بیٹے اور روح القدس سے بہی منسوب ہین ۱- جہان کی پیدایش اسکو سب تسلیم کرینگے کہ جسنے سب چیزین بنائین وہ خدا ہے یہ امر تمام اہل بصیرت پر روشن ہے- اسی سبب سے زیادہ ثبوت کی ضرورت نہین- لیکن اکثر مقامات مین- پیدا کرنا یسوع مسیح سے اور روح القدس سے منسوب ہین- یوحنا ۱: ۳ و ۱۰ افسیون ۳: ۹- فلسیون ۱-۱۶- عبرانی ۱: ۲ و ۱۰- پیدایش ۱: ۲ متی- ۲۶: ۱۳- اور ۲۳: ۴-

۲- اختیار پروردگاری (متی ۲۸: ۱۸- لوقا ۱۰- ۲۲- یوحنا ۵: ۵- ۳- ۱۷ ۱۲ اعمال ۱۰: ۳۶- رومی ۱۴: ۹ ۱۹ افسیون ۱: ۲۲

قلسیون ۱-۲ عبرانی ۱: ۳- مکاشفات ۱۷: ۱۴ اور یوحنا ۲:۱
۳- گناہونکی معافی- نیا اور پاک دل دینا (متی ۹
و ۶- مرقس ۲: ۷ و ۱۰- قلستیون ۳: ۱۳- یوحنا ۱- عبرانی ۲
قرنتی ۶- ۱۱- یوحنا ۳: ۵ و ۶ ططس ۳: ۵-)
۴- مردونکا جی اوٹھنا اور عام عدالت (یوحنا ۵
۲۷ و ۲۸- ۲۹- فلپیون ۳: ۲۰ و ۲۱- متی ۲۰: ۳۱ و ۳۲- اعمال
۱۰: ۴۲- اور ۷ ا: ۳۱- اور رومی ۱۶: ۱۰- پس افعال مذکور
صدر مین اور ایسے ہی بہتیرے اور افعال مین الوہیت کے
تینون اقنوم باپ اور بیٹا اور روح القدس شریک ہین-
کتب مقدسہ کے آیات مذکورہ صدر کے بغور پڑہنے سے صاف
معلوم ہوگا کہ امتیاز اقانیم مخل وحدت نہین نہ ذات الٓہی
مین افتراق لازم آتا ہے- پیدا کرنا خدائے تثلیث کا فعل
تہا لیکن تاہم ذات الٓہی کی سہ چند قوت صرف کرنے مین خاصکر
ابن بیٹا تہا اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسیح نے بہ اعتبار
اپنے عہدے اور خدمت کے کیا- تو اوسکا جواب مین یہ
دونگا کہ یہ غیر ممکن ہے- کیونکہ جب مخلوقات کے پیدا کرنیکی

غیر محدود طاقت اور قدرت مطلق کی ضرورت ہے۔ تو فقط
ایک ہی خالق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ محال ہے کہ دو یا زیادہ
اور مطلق یا غیر محدود یا ازلی و ابدی ہوں اسواسطے ظاہر
ہے کہ تخلیق بہ اعتبار خدمت کے نہیں ہو سکتی کیونکہ
یہ امر مستلزم اسکا ہے کہ کوئی ایسی بھی ذات ہے جس نے
یہ عہدہ اور ایسی خدمت عطا کی اور جسے عطا کی گئی ہے۔
وہ اس اعتبار سے مطیع و منقاد اول الذکر کا ہے۔ اور
اسی سبب سے واجب الوجود و ازلی و ابدی نہین۔ لیکن
یہ امر پیدایش کے ڈھنگ سے محض حماقت ثابت ہوتا ہے
جیسا کہ باب ششم مین ہم ثابت کر چکے ہین پس تمام جہان کا
پیدا کرنا اور بنی آدم کا بنانا اور تمام چیزون کی نگہبانی اور
مسیح کے مردہ جسم کو اور تمام بنی آدم کو قیامت کے دن اوٹھانا
وغیرہ ایسے کام ہین کہ پیدا کرنے سے کچھ کم نہین ہین ہونیوالی
والی چیزون کی خبر دینے کے لیئے الہام کی قدرت دینا ۲ تمطاؤس
۳-۱۶-۱-پطرس ۱: ۱۰-۱۱-۲-پطرس ۱: ۲۱-رسولون اور
خادم الدینون کو گناہ معاف کرنے کی قدرت دینا اور نیا دل بخشنے

اور آدمیون کی روحون کو پاک کرنیکی طاقت عطا کرنا (۲ تھسلنیکی ۲: ۱۳ ۔ ۱ کرنتھی ۶: ۱۱ ۔ اور ۱ ۔ پطرس ۱: ۲ ۔ اعمال ۳۰: ۲۸) اور سیکڑون اور کام کہ جنکو اگر فرصت اور موقع ہوتا تو بیان کرتا ایسے ہین کہ خدا ہی سے مخصوص ہین اور سوائے خدا کے کوئی اونہین نہین کر سکتا ۔ لیکن کتب مقدسہ مین ازلی معظم ومکرم تثلیث کے ہر اقنوم باپ بیٹے روح القدس سے اون افعال کو منسوب کیا ہے ۔ پس چونکہ کلام الٰہی صاف دلالت کرتا ہے کہ ایک خدا ہی اور اوسی کلام الٰہی کی یہ بھی تعلیم ہی کہ باپ اور بیٹے اور روح القدس کے اسمار صفات معبودیت کی ہین اور سب کی بندگی برابر واجب ہے اور تینون کار الٰہیہ مین برابر کے شریک ہین ۔ ہم اسکا کامل ثبوت رکھتے ہین کہ کتب مقدسہ مین اس ضروری وعمدہ تثلیث شریف کی کہ مراد اوس سے وحدت فی التثلیث اور تثلیث فی الوحدت ہے تعلیم موجود ہی کتب مقدسہ کی بہتیری اور آیات ہم ایسی بتلا سکتے ہین کہ جنمین نہایت ٹھیک اور بہت صاف تعلیم مسئلہ مذکورہ کی موجود ہی مثلاً قلسّی ۲: ۹ ۔ الوہیت کا سارا کمال اوسمین مجسم ہو رہا اور ۱ ۔ یوحنا ۵: ۷ کہ تین ہین جو آسمان پر گواہی دیتے ہین باپ اور کلام اور روح القدس

اور متی ۲۸: ۱۹- تم جاکر سب قوموں کو شاگرد کرو اور اونہیں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور رسول نے برکت کے لیئے جو دعا ۲ قرنتی ۱۳-۱۴ میں لکھی ہے۔ اوسمیں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام برابر آئے ہین۔ اُب خداوند یسوع مسیح کا فضل۔ اور خدا کی محبت۔ اور روح القدس کی صحبت تم سبھون کے ساتھہ ہووے۔ آمین۔ وغیرہ وغیرہ لیکن جیسا کہ اس باب کے شروع مین ذکر کرچکا ہون۔ کہ ڈاکٹر فانڈر صاحب نے اس مسئلے کے بارے مین کتب مقدسہ سے جس قدر ثبوت دیئے ہین اونکے ذکر مکرر کی کچھہ ضرورت نہین معلوم ہوتی ہے اسواسطے اسی قدر پر اکتفا کیجاتی ہے۔ نہایت شوق طبیعت اور صدق دلی سے ہماری یہ دعا ہے کہ تمام اقوال و امثال جو ہمنے مسئلہ تثلیث شریف کے اصلی معنے سمجھانے کے لیئے بیان کیئے ہین اور تمام دلایل جو کتب الہامیہ و عقل انسانی سے دیئے ہین نہ فقط ہمارے عیسائی بھائیون کے اعتقاد کو تقویت و استحکام بخشین بلکہ بہتیرے متلاشیان حق کو اس لایق کردین کہ وہ اس مسئلے پر نہ صرف اسی قدر ایمان لاوین اور اوسے اسی قدر قبول

ہرین کہ جہان خالق اکبر اور شافی برحق اور ارواح انسانی کی نسبت ایسا خیال درست ہے بلکہ ایسا ہو کہ باپ اور روح القدس کے خدمات ممیزہ اون کے دلون کو صاف معلوم ہون۔ اس اخاکسار مصنف کی یہ دعا ہے کہ خدائے تثلیث کا فضل وکرم ناظرین رسالۂ ہذا کے دلون پر بکثرت رہے۔ آمین۔

تمام شد